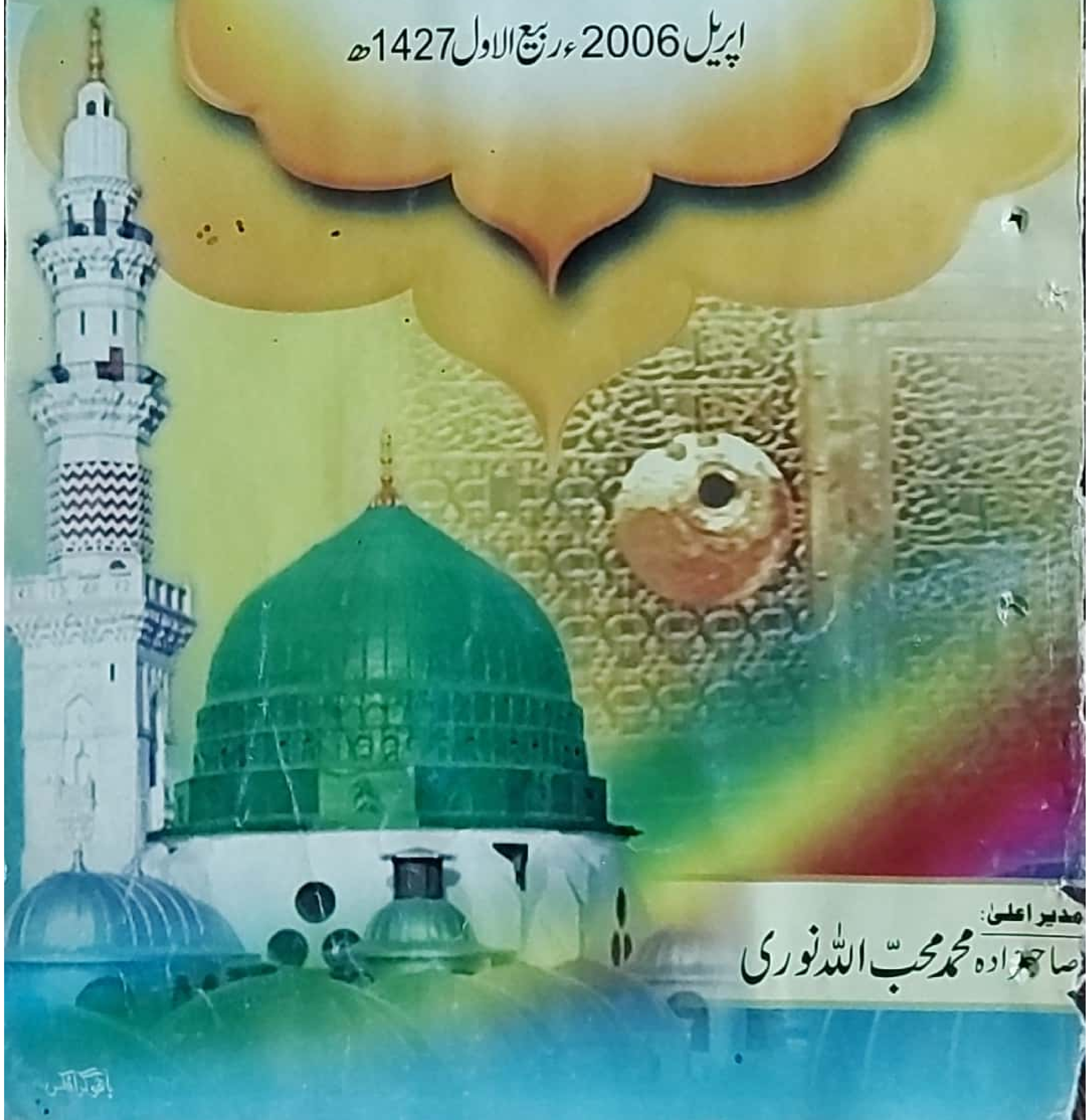
۲۰۰۶

ماھنامہ

نور الحبیب

بصیر پور

اپریل 2006ء ربیع الاول 1427ھ



مدیر اعلیٰ:

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

"مقامِ سرورِ کل، لامکاں سے آگے ہے"

حدودِ فکر و شعور و گماں سے آگے ہے
"مقامِ سرورِ کل، لامکاں سے آگے ہے"

یہ بھید کھولا ہے معراج کی حقیقت نے
"مقامِ سرورِ کل، لامکاں سے آگے ہے"

مسیح چوتھے فلک پر، خلیل ہفتم پر
"مقامِ سرورِ کل، لامکاں سے آگے ہے"

یہ نکتہ سورۂ والنجم نے ہے سمجھایا
"مقامِ سرورِ کل، لامکاں سے آگے ہے"

ولائے احمدِ مرسل ولائے آلِ رسول
جو دِل کی پوچھو تو سارے جہاں سے آگے ہے

حبیبِ ربّ کی محبت ہی اصلِ ایماں ہے
یہ رشتہ وہ ہے جو ہر این و آں سے آگے ہے

ہے شاہد اس پہ صحابہ کا ایک ایک عمل
کہ اتباعِ نبی مال و جاں سے آگے ہے

صحابہ سارے چمکتے ہوئے ستارے ہیں
اُس آسماں کے، جو ہر آسماں سے آگے ہے

سمجھایا نکتہ یہ لولاک کی حدیثوں نے
کہ نورِ سرورِ کل کن فکاں سے آگے ہے

قدم لگے جہاں خیر البشر محمد کے
فضیلتوں میں وہ جا ہر مکاں سے آگے ہے

بتایا سورۂ العصر کی قسم نے یہی
رسولِ حق کا زماں، ہر زماں سے آگے ہے

وہ جس کے دِل میں سما جائے حبِ سرورِ دیں
فقیر ہو بھی تو شاہِ شہاں سے آگے ہے

وظیفہ جس کا ثنائے حضور ﷺ ہے نوری
وہ بندہ دنیوی سود و زیاں سے آگے ہے

ﷺ

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری

﴿وَ الضُّحٰی وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی﴾

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محسنِ انسانیت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرتِ طیبہ بنی نوعِ انسان کے لیے سراسر ہدایت اور راہبری کا ذریعہ ہے---قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾---[۱]

''بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی حیاتِ طیبہ) میں خوب صورت نمونہ ہے''---

اور قرآن چوں کہ کتابِ ہدایت ہے، فرمانِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾---[۲]

''بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے''---

لہٰذا اس میں سیرتِ طیبہ کے جملہ گوشوں کو سمو دیا گیا---رازدانِ نبی، محبوبۂ محبوبِ خدا، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ---[۳]

''حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا''---

یعنی فطرتاً آپ ﷺ کی سیرت کی اٹھان اور آپ کی ہر ہر ادا احکام قرآنیہ کے مطابق تھی--- سیرت کو اگر جامع عبارت میں بیان کیا جائے تو متن قرآن ہوگا اور اگر آیات قرآنی سیرتِ انسانی میں متشکل ہوں تو وہ آپ کی سیرتِ طیبہ کہلائے گی--- گویا قرآن، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ، ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور مدح مصطفیٰ ﷺ کی جامع کتاب ہے--- ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ﴾---[۴]

''بے شک یہ قرآن آپ کا ذکر ہے اور آپ کی قوم کا ذکر ہے اور باعث شرف ہے''---

قرآن کریم میں جہاں حضور ﷺ کے دیگر اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہے، وہیں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کی ولادت کے مختلف مراحل کو بھی بڑے حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے--- کہیں آپ ﷺ کے اوّل الخلق ہونے کا اعلان فرمایا:

﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۰﴾---[۵]

''اور ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے''---

حضور ﷺ رحمت ہیں، ساری کائنات آپ ﷺ کی رحمت کی محتاج ہے اور آپ ﷺ محتاج الیہ اور ظاہر ہے کہ محتاج الیہ، محتاج سے پہلے ہوتا ہے، تو لازم ہے کہ آپ ﷺ کائنات کے ذرّہ ذرّہ سے پہلے عالم وجود میں آئیں---

نورِ مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا، جیسا کہ امام

عبدالرزاق سند صحیح کے ساتھ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ؟ فَقَالَ هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ......(الحديث)---[۶]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے..........''---

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا متعدد مقامات پر اظہار فرمایا، مثلاً:

1 ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌo﴾---[۷]

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''---

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَ بِالْكِتٰبِ الْقُرْآنُ---[۸]

''بلاشبہ نور سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے''---

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم ہے، ان کا یہ قول ضعیف ہے:

لِاَنَّ الْعَطْفَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوْفِ وَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ---[۹]

''اس لیے کہ (نور اور کتاب کے درمیان واوٗ عاطفہ ہے اور) عطف، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ثابت کرتا ہے''---

علامہ اسمٰعیل حقی اس آیت کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

سَمَّى الرَّسُوْلَ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم كَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ---[۱۰]

''اللہ تعالیٰ عزوجل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور رکھا کیوں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے نورِ قدرت سے سب سے پہلے ظاہر فرمایا، وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جیسا

کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا"---

2 ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝﴾---[۱۱]

"اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)! بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر، ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب"---

میثاقِ انبیاء

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں عالمِ ارواح میں میلادِ مصطفیٰ کے عظیم الشان اجلاس کی روداد بیان فرمائی:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾---[۱۲]

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ (عظمت والا) رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا--- فرمایا، کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا--- فرمایا، تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"---

طہارتِ نسبِ مصطفیٰ ﷺ

پھر نورِ مصطفیٰ ﷺ کے طیب و طاہر، ایمان دار آباء و امہات میں منتقل ہونے کا تذکرہ فرمایا:

﴿وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾---[۱۳]

''اور (اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے) سجدہ کرنے والوں میں آپ کے دورے کو''---

علامہ زرقانی اس آیت کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں:

اِنَّهٗ کَانَ یَنْتَقِلُ نُوْرُهٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ---[۱۴]

''آپ ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا''---

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک آپ کے تمام آباء و اجداد مومن موحد تھے---حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ---[۱۵]

''میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں''---

ایک اور آیہ مبارکہ میں آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام (یا آپ ﷺ کے ہر والد) کی اور آپ ﷺ کی قسم ذکر فرمائی:

﴿وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ﴾---[۱۶]

''اور قسم ہے تمہارے باپ ابراہیم کی اور اولاد کی کہ تم ہو''---[۱۷]

نعمتِ عظمیٰ

ان جملہ مراحل کے بعد اب ظہورِ نور کا وقت قریب آیا، حضور ﷺ کی اس عالم آب و گل

میں تشریف آوری کوئی معمولی واقعہ نہ تھا--- یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی اتنی عظیم نعمت کہ نعمتوں کے خالق نے یہ نعمت دے کر احسان جتاتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ﴾---[۱۸]

''بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا''---

بے دیکھے فدا ہے ہر کوئی

اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے لیے پہلی امتیں بے قرار رہیں، اس کے دیدار کی امیدوار بن کر سراپا انتظار رہیں اور یہ عاشق لوگ--- میلادِ نبوی کا انتظار کرنے والے لوگ--- دمِ نزع، پس ماندگاں کو وصیت کر جاتے ہیں کہ اگر قسمت یاوری کرے اور تمہاری زندگی میں وہ آقا تشریف لے آئیں تو آپ ﷺ کی خدمت میں ہمارا اسلام شوق پہنچانا اور عرض کرنا:

مادر اشتیاق تو جاں دادیم و بایماں تو از عالم رفتیم---[۱۹]

''حضور! وہ آپ سے ایمان کے اقرار اور زیارت و ملاقات کے اشتیاق کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے''---

ایک حیرت انگیز تاریخی واقعہ

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد کے منتظر کون کون سے اہلِ محبت کس کس روپ میں انتظار کرتے رہے--- بعض عاشقوں کی کیفیات کے اشارے متعدد روایات میں ملتے ہیں--- کچھ ایسے بھی تھے جو مراقبہ میں بیٹھ کر آپ ﷺ کی ولادتِ پاک کے انتظار میں یوں محو ہو گئے کہ وقت گزرنے کا احساس تک باقی نہ رہا--- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے درج ذیل تاریخی واقعہ نقل کیا ہے:

''۱۰۰۰ھ میں ہندوستان میں ایک محیر العقول واقعہ پیش آیا، واقعہ تاریخی ہے اور شیخ فرید بھکری مؤرخ نے لکھا ہے کہ راوی مرزا محمد سعید جس نے یہ واقعہ آنکھوں سے دیکھا، ایسا سچا ہے کہ اس کی صداقت پر شک کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں---

اگر ایسا ہے تو پھر اس واقعہ میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں، یہ واقعہ کیا ہے، ہزار برس گزر جانے کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ کی یاد اس طرح تازہ کی گئی کہ دنیا والے اس طرف دیکھنے لگیں اور ایک ایک کا منہ تکنے لگیں۔

واقعہ یہ ہے کہ گورنر لاہور قلیچ محمد خان کی جون پور کے علاقے میں ایک زمین تھی، جب مکان تعمیر کرنے کے لیے اس کو کھودا گیا تو اچانک ایک کلس نکلتا نظر آیا---اور کھودا گیا تو ایک گنبد نظر آیا---اور کھودا گیا تو پورا گنبد نکل آیا---کھودتے کھودتے ایک ہفتہ گزر گیا، دن رات کھدائی ہوتی گئی، یہاں تک کہ گنبد کا دروازہ بھی نکل آیا---دروازہ کا قفل ایک من وزنی تھا، توڑا گیا، دروازہ کھولا گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دھان پان سا آدمی ہڈیوں کی مالا، آلتی پالتی بیٹھے مراقب ہے---سر جھکائے ہے---غل شور کی آواز سن کر سر اٹھایا اور ہندی زبان میں کچھ سوالات کیے---آخری سوال یہ کیا:

''کیا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عرب میں ظاہر ہو گئے؟''---

جواب دیا گیا:

''ہزار سال ہوئے، آپ ﷺ تشریف لائے اور پردہ فرما گئے''---[۲۰]

پھر اس نے کہا، مجھے نکالو--- نکالا گیا، باہر خیموں میں رکھا گیا، وہ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا رہا، چھ ماہ بعد اس نے انتقال کیا---

یہ شخص کون تھا؟---کب سے یہاں سر جھکائے بیٹھا تھا؟---سوالات سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس سے اس خلوت خانے میں محفوظ تھا''---[۲۱]

گویا یہ عاشقِ صادق، میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ عالم آشکارا کر گیا---

سہانی گھڑی

الغرض، میلادِ مصطفیٰ ایک عظیم نعمت اور خصوصی اہمیت کا حامل تھا، اس لیے جب ولادتِ سرکار کا زمانہ قریب آیا، رات چاہتی ہے یہ سعادت مجھے نصیب ہو، دن چاہتا ہے آپ ﷺ کی ولادت دن کو ہو، اور یہ سعادت میرے حصے میں آئے---میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہوئی کہ خوشی کے اس موقع پر نہ رات مایوس ہو، نہ دن محروم رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو رات اور دن کے ایسے حسین سنگم پہ بھیجا کہ ولادت کی رات آپ ﷺ کی نسبت سے مبارک قرار پائے اور دن بھی آپ ﷺ کے حوالے سے یومِ عید بن جائے--- چنانچہ رات اپنی سیاہ زلفیں بکھیر کر جا رہی تھی اور دن اپنے اجالوں اور پوری تابانیوں کے ساتھ آ رہا تھا، ایسی سہانی گھڑی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ظاہر فرمایا اور قرآنِ کریم میں وقتِ ولادت کو محفوظ کر دیا---فرمایا:

﴿وَ الضُّحٰیo وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰیo﴾---[۲۲]

''قسم ہے (بارہ ربیع الاول کے) چمکتے ہوئے دن کی اور قسم ہے سیاہی بکھیر کے جانے والی رات کی''---

جیسا کہ معروف سیرت نگار علامہ علی بن برہان الدین حلبی رقم طراز ہیں:

وَ اَقْسَمَ اللّٰہُ بِلَیْلَۃِ مَوْلِدِہٖ ﷺ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ الضُّحٰی وَ الَّیْلِ......---[۲۳]

''اللہ تعالیٰ نے 'و الضحی و الیل' میں حضور ﷺ کے میلاد کی رات کی قسم بیان فرمائی''---

یہی بات بعض مفسرین کے حوالے سے سید احمد زینی دحلان[۲۴] نے بھی ذکر کی ہے---

بعض نے ﴿وَ الَّیۡلِ﴾ سے شبِ معراج مراد لی ہے[۲۵] میلاد ہو یا معراج، ذکر بہر حال حضور ﷺ ہی کا ہے---

اللہ پاک نے ﴿وَ الضُّحٰی﴾ کو مقدم کیا، کہ آنے والا محبوب کفر و شرک کی شبِ دیجور کو ختم کر کے حق کا نور پھیلانے والا ہے--- نہ صرف باطنی اور روحانی طور پر بلکہ ظاہری تاریکیوں کو بھی اجالوں میں بدلنے والا ہے، چنانچہ ۱۲/ربیع الاوّل، عام الفیل/۲۲/اپریل ۵۷۱ھ، چار بج کر بیس منٹ پر جب سرکار تشریف لائے، کائنات نور سے معمور ہوگئی اور:

﴿وَ اَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّہَا﴾---[۲۶]

''زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی''---

کا حسین منظر تھا--- اس نور خدا کی جلوہ گری پر سورج کو نئی آب و تاب عطا کی گئی:

اُلۡبِسَتِ الشَّمۡسُ یَوۡمَئِذٍ نُوۡرًا عَظِیۡمًا---[۲۷]

''صبح ولادت، سورج کو عظیم نور کا لباس پہنایا گیا (یعنی اس کا نور بڑھا دیا گیا)''---

آخر کار کفر و شرک کی شب دیجور ختم ہوئی اور ایک نورانی صبح نو کا آغاز ہوا:

سر صبح سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا
اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا
یہ گردن پُرنور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر ان کے گریباں سے نکالا [۲۸]

آپ ﷺ کی آمد کا اعلان بایں الفاظ کیا گیا:

﴿قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ﴾---[۲۹]

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا''---

اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی نورانی اور سہانی گھڑی کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالضُّحٰی﴾---

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

وَالضُّحٰی---ایک اور ایمان افروز تفسیر

اس آیتِ مبارکہ کی ایک اور ایمان افروز تفسیر اہلِ محبت کے لیے سرمایۂ جان ہے--- محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اپنی تحقیق کا ماحصل یوں بیان کرتے ہیں:

اِنَّ الضحی اِیماءٌ اِلٰی وَجهه ﷺ کَمَا ان فی اللیل اشعارا اِلٰی شَعْرِه علیه الصلوٰة و السّلام---[۳۰]

"'الضحیٰ' سے آپ کا چہرۂ انور اور 'اللیل' سے آپ کی زلفیں مراد ہیں"---

مفسرِ قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خزائن العرفان شریف میں رقم طراز ہیں:

"بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ 'وَالضُّحٰی' اشارہ ہے نورِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور 'وَالَّیْلِ' کنایہ ہے حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کے گیسوئے عنبریں سے"---[۳۱]

اے کہ شرحِ والضحیٰ آمد جمالِ روئے تو
نکتۂ واللیل وصفِ زلفِ عنبر بوئے تو

اے کہ ترا جمال ہے زینتِ بزمِ کائنات
دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں تیرے حسن کی زکوٰۃ

خلاقِ کائنات نے صرف "وَ الضُّحٰی" کہہ کر ہی آپ ﷺ کے حسنِ عالم تاب کی قسم یاد نہیں فرمائی بلکہ کہیں آپ ﷺ کے روئے انور کی تابانیوں کو سورج سے تشبیہ دے کر فرمایا:

﴿وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا o﴾---[۳۲]

"سورج اور اس کی روشنی کی قسم"---

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ، تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا، کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

اور کہیں آپ کے رخِ زیبا کو فجر کے اجالے سے اور آپ ﷺ کے گیسو، حسین پلکوں، پاکیزہ ابروؤں اور مبارک داڑھی اور مونچھوں کو رات کی سیاہی سے تعبیر دے کر فرمایا:

﴿وَ الْفَجْرِ o وَ لَيَالٍ عَشْرٍ o﴾---[۳۳]

"اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی قسم"---

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اس حقیقت کو کس عمدہ پیرائے میں بیان کیا:

شب، لحیہ و شارب ہے رخ روشن دن
گیسو دو شبِ قدر و براتِ مومن
مژگان کی صفیں چار ہیں، دو ابرو ہیں
وَ الْفَجْرِ کے پہلو میں لَيَالٍ عَشْرٍ [۳۴]

کوئی مثل نہ آقا ﷺ دی

یہی وہ چہرۂ انور ہے کہ دیکھنے والے دیکھ کے پکار اٹھے:

لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَ لَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ﷺ---[۳۵]

"ایسا پیکرِ حسن و جمال نہ کبھی پہلے دیکھا، نہ بعد میں دیکھا گیا"---

حسن ہے بے مثل، صورت لاجواب
میں فدا، تم آپ ہو اپنا جواب [۳۶]

شاعر دربار رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے:

مَتٰی یَبْدُ فِی الَّیْلِ الْبَهِیْمِ جَبِیْنُهٗ

یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ [۳۷]

''جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے''---

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، چاندنی رات تھی، حضور ﷺ سرخ (دھاری دار) حلہ پہنے لیٹے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرہ انور کو تکتا:

فَلَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ---[۳۸]

''بالآخر میرا یہی فیصلہ تھا کہ آپ ﷺ یقیناً چاند سے حسین تر ہیں''---

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:

ایک مرتبہ پچھلی رات کو میں سلائی کر رہی تھی، سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، تلاش کے باوجود نہ ملی، اسی اثنا میں حضور ﷺ تشریف لے آئے:

فَتَبَیَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ---[۳۹]

''تو آپ کے چہرۂ انور کے نور کی شعاع سے سوئی ظاہر ہو گئی''---

مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے

شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا [۴۰]

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ یوں بیان کرتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ---[۴۱]

''میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین اور خوب صورت کسی اور کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ ﷺ کے چہرۂ انور میں چمک رہا ہے''---

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے، استعارہ نور کا [۴۲]

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے حسن و جمال کا منظر یوں پیش کرتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ لِلنَّبِیِّ ﷺ ظِلٌّ وَ لَمْ یَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَ لَمْ یَقُمْ مَعَ سِراجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ السِّرَاجِ---[۴۳]

''حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا، جب کبھی آپ ﷺ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ پاک کی چمک سورج کی چمک پر غالب رہتی اور آپ ﷺ کے سامنے چراغ کی روشنی ماند پڑ جاتی''---

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے، کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حضور ﷺ کے انوار و تجلیات کی عظمت و نورانیت سمجھنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آرزوئے دید

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی سے نوازا تھا---لذت و حلاوتِ کلام سے آپ میں حسن الوہیت کے جلووں کو تکنے کی شدید تڑپ پیدا ہوئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

﴿رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ﴾---

''اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھ سکوں''---

ارشاد فرمایا:

﴿لَنْ تَرَانِیْ﴾---

''تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا''---

ہاں، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنے مقام پر قائم رہا پھر عنقریب تو مجھے دیکھ سکے گا--- اللہ تعالیٰ ﷻ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور یہ تجلی سوئی کے سوراخ کے ننانویں حصے کے برابر تھی[۴۴]:

﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا﴾---[۴۵]

''جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے''---

پہاڑ کی کیا مجال تھی، صفت الٰہی کے ان جلووں کی تاب لا سکتا--- پہاڑ کا وہ حصہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے تھے، ریزہ ریزہ ہو گیا---

پہاڑ پر پڑنے والی صفاتی تجلیات کی انعکاسی شعاعیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑیں تو آپ کافی دنوں تک وجدانی کیفیت سے سرشار رہے--- ان تجلیات کا ایک اثر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہوں پر ہوا اور ایک اثر آپ کے چہرے پر ہوا---

نگاہوں پر اس جلوے کی یہ تاثیر ہوئی:

کَانَ یُبْصِرُ النَّمْلَۃَ عَلَی الصَّفَا فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ مَسِیْرَۃَ عَشَرَۃِ فَرَاسِخَ---[۴۶]

''آپ اندھیری رات میں دس فرسخ (تیس میل) کی مسافت سے پتھر پر چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے''---

نکتہ

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صرف انعکاسی تجلی کا مشاہدہ کیا تو آپ کی فراخیٔ نظر اور

قوتِ مشاہدہ کا یہ عالم ہو گیا---تو حضور ﷺ کی قوتِ مشاہدہ اور وسعتِ علم کا کیا عالم ہو گا؟ جنھوں نے صفت الٰہی ہی نہیں بلکہ عین ذات کا بھی مشاہدہ فرمایا---

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کی نورانیت

صفاتی تجلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کی نورانیت کا یہ حال ہو گیا کہ کسی شخص کو آپ کے رُخ انور کی زیارت کرنے کی ہمت نہ رہی---علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

مَكَثَ مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا مَاتَ مِنْ نُوْرِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ---[۴۷]

''چالیس دن تک موسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت رہی کہ جو شخص آپ کو دیکھتا، جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا''---

عارف کامل حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز نے بھی اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے تحریر کیا ہے---مثنوی شریف اور اس کی شروح کی روشنی میں اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ تجلیٔ طور کے بعد آپ کے چہرۂ پاک کے انوار و تجلیات دیکھنے کی کسی کو تاب نہ تھی:

یوسف و موسیٰ زحق بردند نور
در رخ و رخسار و در ذات الصدور
نور رویش آں چناں بردے بصر
کہ زمرد از دو دیدہ مار کر

''حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نورانیت عطا کی تھی کہ ان کا چہرہ، رخسار اور دل نور نور ہو گئے---

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں، جیسے ایک مخصوص سانپ 'مار کر' زمرد پتھر کو دیکھتے ہی اندھا ہو جاتا ہے''---

نقاب

حضرت موسیٰ علیہ السلام 'صعقہ طور' کے بعد واپس جانے لگے تو وحی آئی:

موسیٰ! اب تیرا چہرہ، تیرا چہرہ نہیں، اس پر ہمارا صفاتی جلوہ پڑ گیا ہے، اب بغیر برقع کیے لوگوں کے سامنے نہ جانا---

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ برقع کس چیز کا بنایا جائے؟--- پہاڑ کا حشر تو پہلے دیکھ چکے تھے، لوہے کا ٹکڑا سامنے کیا تو لوہا پگھل گیا---عرض کی:

الٰہی! اب کس چیز کا نقاب اوڑھوں؟---

او ز حق در خواستہ تا توبرہ
گردد آں نور قوی را ساترہ

''انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ایسا نقاب بتائے جو اس قوی نور کو چھپانے کا ذریعہ بن سکے''---

نورِ خداوندی کے جلووں کو نہ پتھر برداشت کرسکتا ہے، نہ لوہا---اے موسیٰ! اپنے جسم سے مس ہونے والی چادر کا نقاب بنالے، وہ نہیں جلے گا---

توبرہ، گفت از گلیمت ساز ہیں
کاں لباس عارفے آمد امیں

''اپنی کملی کا نقاب بنالو، کیوں کہ وہ عارف کا لباس ہے، وہی میرے جلووں کا امین ہوسکتا ہے''---

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ---[۴۸]

''زمین و آسمان کی وسعتیں مجھے نہیں سما سکتیں، البتہ بندۂ مومن کا دل

میرے جلووں کا متحمل ہوسکتا ہے"---

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چادر کا نقاب بنالیا---گھر پہنچے تو اہلیہ حیران رہ گئیں اور عرض کی:

مجھ سے بھی پردہ؟--- فرمایا، ہاں---

اللہ اللہ! ایک وقت تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آرزوئے دید کی تو جواب آیا ﴿لَنْ تَرَانِیْ﴾ "موسیٰ! تم مجھے نہیں دیکھ سکتے" اور اب کیفیت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے---

حضرت صفورا کی تمنا

آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت صفورا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب تفصیل معلوم ہوئی تو آپ مچل مچل گئیں اور عرض کی، نقاب ہٹا کر اپنا دیدار کرائیں تاکہ خصوصی جلووں کا مشاہدہ کرسکوں--- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ آنکھیں جل جائیں گی، تم دیکھ نہ سکو گی---عرض کی، آنکھ جاتی ہے تو چلی جائے، انوارِ الٰہیہ کی جھلک تو دیکھ لوں--- میں ایک آنکھ پر ہاتھ دے لیتی ہوں اور ایک آنکھ سے زیارت کرلوں گی---حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نقاب ہٹایا تو حضرت صفورا کی آنکھ جل گئی مگر انوار و تجلیات کی جھلک دیکھ کر بے خود ہوگئیں اور آرزو کی کہ ایک مرتبہ پھر دیدار کرادیں، ان جلووں پر دوسری آنکھ بھی قربان ہے:

در ہوا و عشق آں نور رشاد
خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد

"اس نور ہدایت کے عشق و محبت سے خود حضرت صفورا نے دونوں آنکھیں قربان کردیں"---

خواتین میں سے کسی نے کہا، صفورا! تمہاری آنکھیں کتنی خوب صورت تھیں، افسوس کہ

ضائع ہو گئیں---آپ نے کہا، مجھے آنکھیں ضائع ہونے کا افسوس نہیں، حسرت اس بات پر ہے کہ وہ دو ہی آنکھیں تھیں، کاش میری لاکھ آنکھیں ہوتیں، دیدار کرتی اور آنکھیں قربان کرتی چلی جاتی---

گفت حسرت می خورم کہ صد ہزار
دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت صفورا کے جذبۂ محبت اور آپ کی قلبی آرزو کی بنا پر ان کی آنکھیں لوٹا دیں اور ان میں تاب نظارہ کی صلاحیت ودیعت فرما دی---کوئی دوسرا موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کرے تو آنکھ جل جائے مگر حضرت صفورا زیارت کریں تو آنکھیں سلامت رہیں گی---[۴۹]

انوار و تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صفاتی تجلی کی انعکاسی شعاعوں سے چہرے کی نورانیت کا یہ عالم تھا تو سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے رخ انور کے انوار و تجلیات کی کیا کیفیت ہو گی؟ جنھوں نے تجلی ہی نہیں، تجلی والے کو دیکھا---صفت ہی نہیں، عین ذات کا مشاہدہ کیا---اور اللہ تعالیٰ کو اس شان سے دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰیo﴾---[۵۰]
''آنکھ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی''---

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے مظہر اوّل اتم و اکمل اور جامع تجلیاتِ ذات و صفات ہیں، جسے جمال ازلی نے اپنا آئینہ خاص بنایا---آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ---[۵۱]

''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا''---

ملا علی قاری رحمہ الباری اس حدیث شریف کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

نَعَمْ یَصِحُّ اَنْ یُرَادَ بِہِ الْحَقُّ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْدِیْرِ مضاف اَیْ رَأَی مَظْهَرَ الْحَقِّ اَوْ مُظْهِرَهٗ---[۵۲]

''ہاں یہ بھی درست ہے کہ یہاں 'الحق' سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی جائے، اس صورت میں مضاف محذوف ہوگا، یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے ذات الٰہی کے مظہر کو دیکھا''---

خدا جانے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کے رخ زیبا کو کتنے حجابات سے مستور کر کے مبعوث فرمایا، ورنہ کسی کو تاب نظارہ نہ ہوتی---

عارف باللہ شیخ عبدالرحمٰن عیدروس (م۱۱۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن و جمال کو ہیبت اور وقار سے پوشیدہ کر دیا تھا تاکہ آپ کی زیارت ممکن ہو سکے---

(ہاں بعض اوقات سرکار ابد قرار ﷺ خصوصی انوار کا اظہار فرماتے، جیسا کہ) حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰی اَنْوَارِہٖ ﷺ وَضَعْتُ کَفِّیْ عَلٰی عَیْنَیَّ خَوْفًا مِنْ ذِهَابِ بَصَرِیْ---[۵۳]

''جب میں نے حضور ﷺ کے انوار کی طرف دیکھا تو اپنی آنکھوں پر ہتھیلی رکھ دی، اس خوف سے کہ کہیں میری بینائی نہ جاتی رہے''---

انہی حجابات کی وجہ سے کچھ لوگوں کو حضور ﷺ کا مقام سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی---

علامہ ملا علی قاری بعض صوفیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

اَکْثَرُ النَّاسِ عَرَفُوا اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَا عَرَفُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لِاَنَّ حِجَابَ الْبَشَرِیَّۃِ غَطّٰی اَبْصَارَهُمْ---[۵۴]

''اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر حضور ﷺ کو نہ پہچان سکے، کیوں کہ بشریت کے پردوں کی وجہ سے ان کی نگاہیں حضور ﷺ کے جلووں تک رسائی نہ پا سکیں''---

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اس مفیض کریم پر بجمالی رحمت وکمال عظمت ستر ہزار پردہائے ہیبت وجلال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیاں اس کے ادراک سے دور ومہجور رہے، اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ، اگر حجاب اٹھا دیں، عالم کی کیا جان کہ اس کی تجلیات کی تاب لا سکے، جہان و جہانیان ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں''---[۵۵]

جمالِ یوسفی اور جمالِ محمدی

حضرت ابو نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام (حضور ﷺ کے علاوہ) جملہ انبیاء ورسل بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسین وجمیل تھے، مگر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا ہوا جو کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا:

وَ لَمْ یُؤْتَ یُوْسُفُ اِلَّا شَطْرَ الْحُسْنِ وَ اُوْتِیَ نَبِیُّنَا ﷺ جَمِیْعَہٗ---[۵۶]

''حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال کا ایک جز ملا تھا جب کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حسن کل عطا فرمایا گیا''---

حسن یوسف کی بڑی شہرت ہے کہ مصر کی عورتوں نے جمالِ یوسف کی ایک جھلک پا کر بجائے پھل کاٹنے کے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، مگر حضور ﷺ کی زیارت سے بہرہ یاب ہونے والوں پر بظاہر ایسی کیفیت طاری نہ ہوتی---

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ خواب میں حضور ﷺ

کی زیارت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے براہ راست آپ ﷺ کی بارگاہ میں یہ سوال پیش کیا، تو جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَةً مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَوْ ظَهَرَ لَفَعَلَ النَاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَأَوْا یُوْسُفَ---[۵۷]

''غیرت الٰہی نے میرا جمال لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا ہے اور اگر وہ کماحقہ آشکار ہو جائے تو لوگوں کی محویت و بے خودی کا حال اس سے کہیں بڑھ جائے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا''---

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

لَوَاحِیْ زُلَیْخَا لَو رَاَیْنَ جَبِیْنَهٗ
لَآثَرْنَ بِالقطعِ الْقُلُوْب عَلَی الْاَیدی [۵۸]

''زلیخا پر انگشت طعن دراز کرنے والی عورتیں اگر اللہ کے حبیب ﷺ کا حسن و جمال دیکھ لیتیں تو انگلیاں کاٹنے کی بجائے دل چیر لینے کو ترجیح دیتیں''---

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے اس شعر پر حاشیہ میں رقم طراز ہیں:

''اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے تقابل سے ہے کہ مفید تفضیل حضور انور سید عالم ﷺ ہے:

۱......وہاں حسن، یہاں نام---

۲......وہاں کٹنا کہ عدم قصد پر دلالت کرتا ہے، یہاں کٹانا کہ قصد و ارادہ بتاتا ہے---

۳......وہاں مصر، یہاں عرب کہ زمانۂ جاہلیت میں اس کی سرکشی و خودسری مشہور تھی---

۴......وہاں انگشت، یہاں سر---

۵......وہاں زناں، یہاں مردان---

۶......وہاں انگلیاں کٹیں کہ ایک بار وقوع کو بتاتا ہے، یہاں کٹاتے ہیں کہ استمرار پر دلیل ہے"---[۵۹]

ہاں ہاں! یہی وہ پیکر حسن و جمال ہے جس کے ایک اشارۂ ابرو پر مشتاقان دید جانیں فدا کرنے کو تیار ہیں:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروروں جہاں نہیں [۶۰]

اور شیخ سعدی شیرازی یوں عرض گزار ہیں:

یک جاں چہ کند سعدیؔ مسکیں کہ دو صد جاں
سازیم فدائے سگ دربان محمد ﷺ

دیکھنے والوں نے جمال مصطفوی کو جس رنگ میں دیکھا اسی کیفیت کو اپنے لفظوں میں بیان کر دیا---کسی نے چاند کہا تو کسی نے سورج، کسی نے پھول سے تعبیر کیا تو کسی نے قرآنی اوراق سے تشبیہ دی:

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول [۶۱]

وہ اگر جلوہ کریں، کون تماشائی ہو

یہ اس حسن عالم تاب کے تذکار ہیں جو ہزاروں پردوں میں مستور ہو کر بھی نورٌ علیٰ نور ہے---اگر ایک پردہ بھی ہٹ جائے تو کسی کو تاب نظارہ نہ رہے:

اُن کے رُخ سے پردہ اٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس میں کتنی بے خودی ہے، کس کو کتنا ہوش ہے

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَ اَنَّ مَجْمُوْعَ نُوْرِہٖ ﷺ لَوْ وُضِعَ عَلَی الْعَرْشِ لَذَابَ وَ لَوْ وُضِعَ عَلَی الْحُجُبِ السَّبْعِیْنَ الَّتِیْ فَوْقَ الْعَرْشِ لَتَھَافَتَ وَ لَوْ جُمِعَتِ الْمَخْلُوْقَاتُ کُلُّھَا وَ وُضِعَ عَلَیْھَا ذٰلِکَ النُّوْرُ الْعَظِیْمُ لَتَھَافَتَ وَ تَسَاقَطَتْ---[۶۲]

''اگر حضور ﷺ کے تمام انوار عرش پر جلوہ ریز ہوں تو عرش پگھل جائے، اگر اسے عرش کے ستر حجابات پر ڈالا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر اون کی طرح اڑنے لگیں اور اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے اس پر آپ کے نور عظیم کی تجلی ڈالی جائے تو ساری مخلوق ریزہ ریزہ ہو کر گر جائے''---

علامہ قرطبی (م ۶۷۱ ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ یُظْھَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ ﷺ لِاَنَّہٗ لَوْ ظَھَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ ﷺ---[۶۳]

''حضور ﷺ کا پورا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا تمام حسن و جمال ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں دیدار کی تاب نہ لاسکتیں''---

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں، کون تماشائی ہو [۶۴]

سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اس صورت نوں میں جان آکھاں جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں [۶۵]

اور مولانا حسن رضا خاں فاضل بریلوی اس حقیقت کو یوں بے نقاب کرتے ہیں:

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری [۶۶]

بھلا پھر خالق حسن جل جلالہ ایسے پیکر حسن و جمال کے چہرۂ پرنور کی قسم بیان کرتے ہوئے کیوں نہ فرماتا:

﴿وَالضُّحٰیo﴾---

''اے محبوب! تیرے روئے تاباں کی قسم''---

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگیں
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینۂ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام [۶۷]

و الّیل

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم بیان فرمائی---اس رات سے مراد حضور ﷺ کے میلاد کی مبارک رات ہے، جیسا کہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'سیرت حلبیہ' [۶۸] میں بیان کیا یا اس سے مراد حضور ﷺ کی زلف عنبریں ہیں---

اے زلف سیاہ عنبر ینت وَ الّیل
وے روئے تو وَ الضُّحٰی عَلَیْکَ الصَّلٰوۃ

عظمت شبِ میلاد

پہلی تفسیر سے پتا چلتا ہے کہ شب میلاد اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء نے اس رات کو لیلۃ القدر سے بھی افضل قرار دیا---محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

فَتِلْکَ اللَّیْلَۃُ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ بِلَا شُبْھَۃٍ---[۶۹]

''شب میلاد بلاشبہ شب قدر سے افضل ہے''---

امام المحدثین علامہ احمد بن محمد القسطلانی شافعی المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شب میلاد حضور اکرم ﷺ شب قدر سے تین وجوہ کی بنا پر افضل ہے، اس لیے کہ:

میلاد کی شب خود حضور اکرم ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کی گئی ہے--- اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات اقدس سے شرف ملا، وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی، جو آپ کو دیے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے، لہٰذا شب میلاد، شب قدر سے افضل ہوئی---

دوسری وجہ افضل ہونے کی یہ ہے کہ لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی---

تیسری وجہ لیلۃ المیلاد کے افضل واکرم ہونے کی یہ ہے کہ شب قدر میں حضور اکرم ﷺ کی امت پر فضل واحسان ہے اور شب میلاد میں تمام موجودات کے لیے فضل واحسان ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے تو آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق پر عام ہو گئیں---

پس شب میلاد بلحاظ نفع شب قدر سے زیادہ ہے، لہٰذا شب میلاد افضل ہے---

اے میلاد کے مبارک مہینے! تو کس قدر افضل واشرف ہے اور تیری راتوں کی حرمت کتنی وافر ہے، گویا کہ وہ راتیں عقود زمانہ میں انوار کے موتی ہیں---[۷۰]

حسین رات، حسین انتظامات

باعثِ تخلیقِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی تشریف آوری کی شب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو اور فرشتوں کو حاضری کا حکم دیا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

گیا--- چناں چہ فرشتے ایک دوسرے کو محبوب پاک ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیتے ہوئے زمین پر اترے---

فَلَمْ يَبْقَ مَلَكٌ اِلَّا حَضَرَ---

''اور کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جس نے بوقت ولادت حاضری نہ دی ہو''---

پہاڑ بلند ہو کر اظہارِ شادمانی کر رہے ہیں--- خوشی و مسرت سے سمندر کی لہریں اوپر اٹھ رہی تھیں اور نہر کوثر کے گرداگرد ستر ہزار کستوری کے درخت اگائے گئے---[۷۱]

اللہ تعالیٰ نے روشنی اور چراغاں کا اہتمام فرمایا--- ہر آسمان پر روشنی کے دو دو ستون نصب کیے گئے، ایک زبرجد کا اور دوسرا یاقوت کا--- گویا یہ سرخ اور سبز رنگ کی ٹیوب لائٹیں تھیں، جن سے آسمان بقعۂ نور بن گیا اور ولادت مصطفیٰ ﷺ کی یاد میں نصب کی گئی ان ٹیوبوں کو باقی رکھا گیا---

چنانچہ جب شب اسریٰ آقا و مولا ﷺ کا آسمان سے گزر ہوا تو آپ کو بتایا گیا:

هٰذَا ضُرِبَ اسْتِبْشَارًا بِوِلَادَتِكَ---[۷۲]

''انہیں آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کیا گیا تھا''---

سراپا نور، نورٌ علیٰ نور ﷺ کی ولادت باسعادت کے لمحات نورفزا کا یہ عالم تھا کہ دنیا بقعہ نور بن گئی---اِمْتَلَاتِ الدُّنْيَا كُلُّهَا نُوْرًا [۷۳] ستارے پھلجھڑیوں کی صورت زمین پر جھکے چلے آتے تھے جیسا کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ سے مروی ہے---[۷۴]

میلاد کی رات---ظہورِ عجائبات

اس رات اور بھی بہت سے عجائبات کا ظہور ہوا، فارس کا آتش کدہ (جس میں ایک ہزار سال سے متواتر آگ جل رہی تھی اور اس کی پوجا ہو رہی تھی) ایسا سرد پڑا کہ کوشش بسیار کے باوجود دوبارہ روشن نہ ہو سکا--- بحیرہ ساوہ جو کئی میلوں پر پھیلا ہوا تھا اور جس کے

کنارے شرک و بت پرستی ہوا کرتی تھی، اچانک خشک ہوگیا---شیاطین کا آسمانوں پر داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا---کسریٰ کے عظیم الشان محل میں زلزلہ برپا ہوگیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے---[۷۵]

امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ عجائبات شب میلاد کا منظر یوں بیان کرتے ہیں[۷۶]:

وَ بَاتَ اَیْوَانُ کِسْریٰ وَ ھُوَ مُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْریٰ غَیْرَ مُلْتَئِمِ

''آپ کی ولادت باسعادت کے وقت کسریٰ کا محل یوں پھٹ گیا (اور قابل مرمت نہ رہا) جیسے لشکر کسریٰ منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہوسکا''---

وَ النَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَیْہِ وَ النَّھْرُ سَاھِی الْعَیْنِ مِنْ سَدَمِ

''آتش مجوس کے شعلے بہ سبب افسوس کے سرد پڑ گئے اور نہر فرات ندامت وغم اور سراسیمگی کی وجہ سے اپنا منبع بھول گئی''---

وَ سَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَیْرَتُھَا
وَ رُدَّ وَارِدُھَا بِالْغَیْظِ حِیْنَ ظَمِیْ

''اہل ساوہ کو اس امر نے غمگین کردیا کہ بحیرۂ ساوہ کا پانی خشک ہوگیا اور پیاسے جو اس کے گھاٹ پر آئے، تشنہ و خشمگین لوٹائے گئے''---

وَ الْجِنُّ تَھْتِفُ وَ الْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَ الْحَقُّ یَظْھَرُ مِنْ مَعْنًی وَ مِنْ کَلِمِ

''اور جن، غیب سے آپ کے ظہور کی آوازیں دے رہے تھے اور انوار چمک رہے تھے اور ظاہر و باطن سے حق و صداقت کا ظہور ہورہا تھا''---

عَمُوْا وَ صَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
تُسْمَعْ وَ بَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

''منکرین اندھے اور بہرے ہو گئے، نہ ان کو بشارتوں کا اعلان سنائی دیا اور نہ تخویف کی بجلی ان کو نظر آئی''---

مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ کَاهِنُهُمْ
بِاَنَّ دِیْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ یَقُمِ

''حالاں کہ ان کو ان کے کاہنوں نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ ان کا ٹیڑھا دین آئندہ قائم نہیں رہے گا''---

وَ بَعْدِ مَا عَایَنُوْا فِی الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وُّفْقَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

''اور باوجود اس کے کہ انھوں نے اطراف آسمان میں اس طرح شہاب گرتے دیکھے، جس طرح زمین پر بتوں کا منہ کے بل گرنا دیکھا''---

واللیل کی دوسری تفسیر

جیسا کہ 'وَالضُّحیٰ' کی تفسیر میں گزر چکا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں، 'وَ الَّیْلِ ' سے حضور ﷺ کے گیسوئے عنبریں مراد ہیں---[۷۷]

وَ الشَّمْس کفایت بود از روئے محمد
وَ الَّیْل اشارت کند از موئے محمد [جامی]

جس کے قدموں پہ صدقے وقارِ حرم
جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشۂ بزم پروردگارِ حرم
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

سرکار ابد قرار ﷺ کے گیسوئے مبارک کی کیفیت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم یوں بیان کرتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَ لَا بِالسَّبْطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا---[۷۸]

"آپ کے موئے مبارک نہ تو بالکل گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑے سے خم دار تھے"---

لَکْ بَدْرٌ فِی الْوَجْهِ الْاَجْمَل ،خط ہالۂ مہ، زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل ، رحمت کی بھرن برسا جانا [۷۹]

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَضْرِبُ شَعْرُهٗ مَنْکِبَیْهِ---[۸۰]

"آپ کے گیسوئے اقدس شانوں پر پڑتے تھے"---

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ---[۸۱]

"آپ ﷺ کے موئے مبارک کانوں کی لوتک رہتے تھے"---

دونوں روایات میں یوں تطبیق ہوسکتی ہے کہ تیل لگا کر شانہ فرماتے تو گیسوئے اقدس دوش تک آجاتے ورنہ نرمۂ گوش تک رہتے:

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
تا بنیں خانہ بدوشوں کے سہارے گیسو
دیکھو قرآں میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو [۸۲]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَدِیْدَ سَوَادِ الرَّاْسِ وَ اللِّحْیَةِ---[۸۳]

"آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک کے بال نہایت ہی سیاہ تھے"---

اسی لیے تو 'وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی' میں زلف معنبر یں کو رات کی تیرگی سے تشبیہ دی گئی ہے---

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ

وَ الَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَفْرَتِهٖ

''آپ کے چہرۂ پُرنور سے صبح کو روشنی ملی اور آپ کی گھنی سیاہ زلفوں سے رات کو تیرگی نصیب ہوئی''---

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَسَنَ الشَّعْرِ ---[۸۴]

''حضور ﷺ کے بال مبارک بہت خوب صورت تھے''---

موئے مبارک کا تبرک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے موئے مبارک کو بطور تبرک لیتے اور محفوظ کرتے، بلکہ صحابہ کرام کے اشتیاق کے پیش نظر سرکار ﷺ نے اپنے بال مبارک تقسیم کرنے کا حکم دیا:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حج کے موقع پر سر کے بال منڈوائے اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا:

اِقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ ---[۸۵]

''ان بالوں کو تقسیم کردو''---

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب آپ ﷺ حجامت بنوا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے تھے:

فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِىْ يَدِ رَجُلٍ ---[۸۶]

''وہ یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے بلکہ ہاتھوں پر اٹھالیا جائے''---

شفا بخش

صحابہ کرام ﷺ، آپ ﷺ کے موئے مبارک کو دھو دھو کر بیماروں کو پلاتے اور ان کی برکت سے شفا حاصل کرتے---حضرت سیدنا عثمان بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور ﷺ کے کچھ موئے مبارک تھے، میری بیوی کی عادت تھی کہ جب کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر مجھے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیتی:

فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ كَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِیْ جُلْجُلٍ مِنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضَتْهُ لَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ---[۸۷]

"آپ چاندی کی نلی میں سے حضور ﷺ کا موئے مبارک نکالتیں اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا"---

حضرت خالد بن ولید ﷺ کی فتوحات کا راز

حضرت سیدنا خالد بن ولید ﷺ ہمیشہ ہر محاذ پر فتح و نصرت سے ہم کنار ہوتے---آپ کی کامیابیوں اور فتوحات کا راز یہ تھا کہ:

كَانَتْ شَعَرَاتٌ مِنْ شَعْرِهٖ فِیْ قَلَنْسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فَلَمْ يَشْهَدْ بِهَا قِتَالًا اِلَّا رُزِقَ النَّصْرَ---[۸۸]

"آپ کے پاس حضور ﷺ کے چند موئے مبارک تھے، جنہیں ٹوپی میں سی لیا تھا، وہ ٹوپی پہن کر جس جنگ میں شرکت کرتے، ہمیشہ فتح یاب ہوتے"---

ایک مرتبہ دوران جنگ ٹوپی گر گئی، آپ نے گھمسان کی لڑائی میں بڑی جدو جہد کے

بعد اسے اٹھالیا، اس پر ان کے رفقا نے تعجب کیا کہ ٹوپی کے لیے آپ نے جان خطرے میں ڈال دی---آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَمْ اَفْعَلْهَا بِسَبَبِ الْقَلَنْسُوَةِ بَلْ لِمَا تَضَمَّنَهُ مِنْ شَعْرِهٖ ﷺ لِئَلَّا اُسْلَبَ بَرَكَتَهَا وَ تَقَعَ فِيْ اَيْدِي الْمُشْرِكِيْنَ---[۸۹]

''میں نے ٹوپی کے لیے نہیں بلکہ اس میں (سلے ہوئے) حضور ﷺ کے موئے مبارک کی خاطر ایسا کیا ہے کہ مبادا کافروں کے ہاتھ لگ جائیں اور ان کی برکت سے محروم ہو جاؤں''---

دنیا و مافیہا سے محبوب تر

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عبیدہ سلمانی (تابعی) کو بتایا کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں، جو ہمیں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوئے تھے---یہ سن کر حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے کہا:

لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا---[۹۰]

''ان بالوں میں سے ایک بال مل جائے تو مجھے دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے''---

حرمتِ موئے مبارک

سرکارِ دو جہاں ﷺ نے خود اپنے موئے مبارک کی حرمت کا یوں اعلان فرمایا:

مَنْ آذیٰ شَعْرَةً مِنِّيْ فَقَدْ آذَانِيْ وَ مَنْ آذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ---[۹۱]

''جس نے میرے کسی ایک بال کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی، اس نے (گویا) خدا کو اذیت پہنچائی''---

ابونعیم اور دیلمی میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

فَعَلَیۡہِ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ مِلۡأَ السَّمَاءِ وَ مِلۡأَ الۡاَرۡضِ---[۹۲]

''حضور ﷺ کے موئے مبارک کو اذیت پہنچانے والے پر آسمان و زمین کی وسعتوں کے برابر لعنت ہو''---

زادِ آخرت

یہی وہ موئے مبارک ہیں، جنھیں صحابہ و تابعین اپنے کفن و دفن میں رکھنے کی وصیت فرماتے---حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ تدفین کے وقت میری زبان کے نیچے حضور ﷺ کے موئے مبارک رکھ دینا، چنانچہ وصیت پر عمل کیا گیا---[۹۳]

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حضور ﷺ کے چند موئے مبارک اور ناخن محفوظ تھے، انھوں نے وصیت کی کہ انھیں میرے کفن میں رکھ دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا گیا---[۹۴]

گویا صحابہ و تابعین کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک موجب ہزار ہا برکات ہیں، ان سے آخرت کی منزلیں آسان ہوتی ہیں---

اللہ تعالیٰ عزوجل ہمیں حضور ﷺ کے دیدار پر انوار سے نوازے اور دنیا و آخرت کی حشر آفرینیوں میں آپ ﷺ کے بے مثل گیسوؤں کا بے مثل سایہ نصیب فرمائے---وہی گیسو جن کی قسم خالقِ کائنات نے یوں ارشاد فرمائی، ﴿وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی﴾

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو [۹۵]

اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں ﴿وَ الضُّحٰی o وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی o﴾ فرما کر جہاں حضور ﷺ کے میلاد کی رات اور میلاد کے دن کی عظمت کو واضح کیا، وہیں

حضور ﷺ کے چہرۂ پُر نور اور زلفِ عنبریں کا بھی تذکرہ فرما دیا، تا کہ تلاوتِ قرآن کے ساتھ ساتھ حسنِ محبوب ﷺ کے جلوے بھی نگاہوں میں بس جائیں:

مکھ چند بدر شعشانی اے   متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے   مخمور اکھیں ہن مد بھریاں
ایہا صورت شالا پیش نظر   رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر   سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں [۹۶]

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ و نور عرشہ و زینۃ فرشہ
سیدنا و مولنٰا محمد و علیٰ آلہ و اصحبہ و بارک و سلم

حوالہ جات

۱......الاحزاب،۳۳:۲۱

۲......الاسراء،۱۷:۹

۳...... مسند امام احمد بن حنبل، بیروت، جلد۶، صفحہ۹۱/ صحیح مسلم، جلد۱، صفحہ۲۵۶،
کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ الیل و عدد رکعات النبی ﷺ

۴...... الزخرف،۴۳:۴۴

۵...... الانبیاء،۲۱:۱۰۷

۶......امام عبدالرزاق، الجزء المفقود من جزء الاوّل من المصنف، بیروت، صفحہ۶۳-۶۳

۷......المائدہ،۵:۱۵

۸......امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، مصر، جلد۱۱، صفحہ۱۸۹

۹......ایضاً،صفحہ ۱۹۰

۱۰......شیخ اسماعیل حقی، روح البیان، مصر، جلد ۲، صفحہ ۳۷۰

۱۱...... الاحزاب، ۳۳:۴۵، ۴۶

۱۲...... آل عمران، ۳:۸۱

۱۳...... الشعراء، ۲۶:۲۱۹

۱۴......محمد بن عبدالباقی زرقانی، زرقانی علی المواھب، جلد ۱، صفحہ ۱۷۴

۱۵......ایضاً

۱۶...... البلد، ۹۰:۳

۱۷......کنز الایمان تحت آیت ۳، سورہ البلد

۱۸...... آل عمران، ۳:۱۶۴

۱۹......مولانا محمد رمضان الحقق النوری، میلاد پاک، ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس، لاہور، صفحہ ۳، (بحوالہ مدارج النبوۃ)

۲۰......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، جان جاناں، صفحہ ۷۶-۷۷، (بحوالہ ذخیرۃ الخوانین، فرید بھکری)

۲۱......جانِ جاناں، صفحہ ۷۷

۲۲......الضحیٰ، ۹۳:۱، ۲

۲۳......سیرتِ حلبیہ، بیروت، جلد ۱، صفحہ ۵۸

۲۴......السیرۃ النبویۃ و الآثار المحمدیہ، بیروت، جلد ۱، صفحہ ۳۸ (یہ کتاب سیرتِ حلبیہ کے حاشیہ پر ہے)

۲۵......السیرۃ الحلبیۃ، جلد ۱، صفحہ ۵۸

۲۶...... الزمر، ۳۹:۶۹

۲۷......خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۴۷

۲۸......ذوقِ نعت، صفحہ ۱۶

۲۹......المائدہ،۵:۱۵

۳۰......ملاعلی قاری،شرح الشفاء،عثمانیہ،جلد۱،صفحہ۸۲

۳۱......صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ،تفسیر خزائن العرفان، تحت سورۃ الضحیٰ،آیت:۲

۳۲......الشمس،۹۱:۱

۳۳......الفجر،۸۹:۱،۲

۳۴......اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی،حدائق بخشش،رضا آفسٹ بمبئی،جلد۱،صفحہ۱۵۵

۳۵......مشکوٰۃ المصابیح،صفحہ۵۱۷،باب اسماء النبی و صفاتہ/ ترمذی،رشیدیہ دہلی،صفحہ۲

۳۶......مولانا حسن رضا خاں،ذوقِ نعت،دین محمدی پریس،لاہور،صفحہ۲۷

۳۷......حافظ ابن عبدالبر،کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،جلد۱،صفحہ۱۲۵/ دیوان حسان،صفحہ۱۰۱

۳۸......شمائل ترمذی،صفحہ۲/مشکوۃ،صفحہ۵۱۸

۳۹......خصائص کبریٰ،جلد۱،صفحہ۶۲

۴۰......ذوقِ نعت،صفحہ۵

۴۱......جامع ترمذی،جلد۲،صفحہ۲۰۵، ابواب المناقب/مشکوٰۃ المصابیح،صفحہ۵۱۸

۴۲......حدائق بخشش،جلد۲،صفحہ۷

۴۳......مصنف عبد الرزاق (الجزء المفقود)صفحہ۵۶/محدث عبدالرؤف مناوی، شرح الشمائل،مصر،صفحہ۴۷،۱۷۶/ملاعلی قاری،جمع الوسائل فی شرح الشمائل،مصر،صفحہ۱۷۶

۴۴......امام عبدالوہاب شعرانی،طبقات کبریٰ،مصر،جلد۱،صفحہ۱۵۳

۴۵...... الاعراف،۷:۱۴۳

۴۶......قاضی عیاض، الشـفـا ،مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، ہند، جلد۱، صفحہ۶۹،
فصل و اما وفور عقله و لبه

۴۷......سید محمود آلوسی بغدادی، تـفـسـیـر روح المعانی ،داراحیاء التراث العربی،
بیروت، جلد۹، صفحہ۵۳

۴۸......ملاعلی قاری، مرقاۃ المفاتیح، امدادیہ، ملتان، جلد۱، صفحہ۲۳۶

۴۹......مثنوی معنوی، مولانا روم، دفتر ششم، صفحہ۲۹۵ تا ۲۹۸/کلید مثنوی، جلد۲۰، صفحہ۶۰ تا ۶۳/
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اپنے ایک خطاب میں حضرت خواجہ محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے
حوالے سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ خطاب 'دربارِ حق وہدایت' کے نام سے چھپا تھا اور
مولانا ظفرالدین نے حیات اعلیٰ حضرت، جلد۱، صفحہ۲۰۰ پر نقل کیا ہے---

۵۰......النجم۵۳:۱۷

۵۱......صحیح بخاری، کتاب التعبیر ،باب من رای النبی ﷺ فی المنام، جلد۲، صفحہ۱۰۳۶/
مسند امام احمد بن حنبل، جلد۳، صفحہ۵۵

۵۲......جمع الوسائل فی شرح الشمائل، جلد۲، صفحہ۲۳۶

۵۳......علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، جواهر البحار، بیروت، جلد۲، صفحہ۱۵۷

۵۴......جمع الوسائل، صفحہ۹

۵۵......مولانا ظفرالدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ نبویہ، لاہور، جلد۱، صفحہ۲۰۰

۵۶......علامہ جلال الدین سیوطی، خـصـائـص کبـریٰ ،دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن،
جلد۲، صفحہ۱۸۲

۵۷......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الـدر الثـمیـن فی مبشرات النبی الامین ،
مطبوعہ سہارن پور، صفحہ۶۰

۵۸......زرقانی، جلد۳، صفحہ۲۳۴

۵۹......حدائق بخشش، جلد۱، صفحہ۵-۳۴

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

٦٠......ایضاً،صفحہ٦٦

٦١......ایضاً،صفحہ٤٥

٦٢......شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز،مصر،صفحہ٢٧٢

٦٣......علامہ قسطلانی، المواھب اللدنیہ مطبوع مع زرقانی،مصر،جلد٤،صفحہ١٧

٦٤......ذوق نعت،صفحہ٦٣

٦٥......کلام پیر مہر علی شاہ،صفحہ٦٦/مولانا فیض احمد،مہر منیر،(سوانح حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی) پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز،لاہور،صفحہ٥٠٠

٦٦......ذوق نعت،صفحہ٧٧

٦٧......حدائق بخشش،جلد٢،صفحہ٤١

٦٨......سیرت حلبیہ،جلد١،صفحہ٥٨

٦٩......شیخ عبدالحق محقق دہلوی،ما ثبت بالسنۃ،مطبع محمدی،لاہور،صفحہ٣٤

٧٠......زرقانی علی المواھب،صفحہ٦-١٣٥

٧١......خصائص کبریٰ،جلد١،صفحہ٤٧

٧٢......خصائص کبریٰ،جلد١،صفحہ٤٧

٧٣......ایضاً

٧٤......امام احمد بن محمد قسطلانی،المواھب اللدنیہ،مصر،صفحہ١١٦

٧٥......خصائص کبریٰ،صفحہ٥١

٧٦......قصیدہ بردہ شریف،الفصل الرابع فی مولد النبی ﷺ

٧٧......خزائن العرفان،تحت تفسیر سورۃ الضحیٰ،آیت ٢،١

٧٨......شمائل ترمذی،صفحہ١/جمع الوسائل فی شرح الشمائل،جلد١،صفحہ٢٦

٧٩......حدائق بخشش،جلد١،صفحہ٢١

٨٠......صحیح بخاری،کتاب اللباس،باب الجعد،جلد٢،صفحہ٨٧٦

۸۱...... صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی صفة النبی ﷺ جلد۲، صفحہ۲۵۸

۸۲......حدائق بخشش، جلد۱، صفحہ۴۳-۷۲

۸۳......امام محمد یوسف صالحی شامی (م۹۴۲ھ)، سبل الهدیٰ و الرشاد، جلد۲، صفحہ۷۰

۸۴......ایضاً

۸۵......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ان السنة یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق، جلد۱، صفحہ۴۲۱

۸۶......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربه ﷺ من الناس، جلد۲، صفحہ۲۵۶

۸۷......مشکوٰة، کتاب الطب و الرقی، صفحہ۳۹۱

۸۸......شفا شریف، فصل فی کراماته و برکاته، جلد۱، صفحہ۳۳۱

۸۹......شفاشریف، جلد۲، صفحہ۵۷

۹۰...... صحیح بخاری، کتاب الوضو، جلد۱، صفحہ۲۹

۹۱......الفتح الکبیر، مصر، جلد۳، صفحہ۱۴۴/علامہ عبدالرؤف مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، مصر، جلد۶، صفحہ۱۸

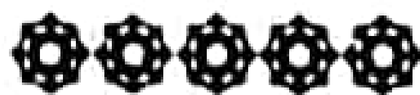
۹۲......فیض القدیر، جلد۶، صفحہ۱۹

۹۳......حافظ ابن حجر عسقلانی، الاصابه فی تمییز الصحابة، مصر، جلد۱، صفحہ۸۴

۹۴......امام محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، جلد۵، صفحہ۴۰۶

۹۵......حدائق بخشش، صفحہ۷۳

۹۶......کلام پیر سید مہر علی شاہ، لوک ورثہ، اسلام آباد، صفحہ۶۴/مہر منیر، صفحہ۵۰۰



حمدِ باری تعالیٰ عزّوجلّ

الٰہی! شاد ہوں میں تیرے آگے ہاتھ پھیلا کر
مری اس کیفیت کو اپنی رحمت سے پذیرا کر

بھٹکتی آنکھ کو مرکوز فرما صبغۃ اللہ پر
دلِ بے تاب کو خوشبوئے یاسیں سے شکیبا کر

مری بھیگی ہوئی پلکیں مخاطب ہیں تو بس تجھ سے
مری تقدیر کے تاریک غاروں میں اجالا کر

مرے چاروں طرف ہے رقصِ وحشت، روک دے اس کو
مرے اندر جو دشمن بڑھ رہا ہے اس کو پسپا کر

رسول پاک ﷺ کے رستے سے ہٹ کر خوار ہے امت
امین اس کو فلاح و خیر کا پھر سے خدایا کر

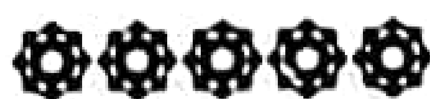
فروغ اقدار پیغمبر کا ہو پھر سے زمانے میں
پریشاں آدمیت پر کرم کا باب پھر وا کر

دعائے سیدِ سادات سینے میں فروزاں ہے
حسیں کر دے مری دنیا حسیں تر میری عقبیٰ کر

تیرے محبوب کی توصیف میں لب کھولتا ہوں میں
بہاراں آشنا یا رب! مری سوچوں کا صحرا کر

زوال آمادہ ہیں ہر چند اعصاب و قویٰ پھر بھی
جواں رکھ میرے جذبوں کو، مرے لفظوں کو اجلا کر

پروفیسر حفیظ تائب



یہ کون آیا کہ تاریخِ بشر پھولوں سے مہکی ہے

یہ کون آیا کہ ہر شاخِ برہنہ مسکرا اٹھی
یہ کون آیا کہ کشتِ دیدہ و دل لہلہا اٹھی

یہ کون آیا کہ تشنہ آرزوؤں پر بہار آئی
یہ کون آیا کہ گلشن میں ہوائے مشک بار آئی

یہ کون آیا کہ انساں کا مقدر جاگ اٹھا ہے
یہ کون آیا کہ عرش وفرش تک اِک نور پھیلا ہے

یہ کون آیا کہ سجدے سے مچلتے ہیں جبینوں میں
یہ کون آیا کہ ٹھنڈک پڑ گئی پیاسی زمینوں میں

یہ کون آیا کہ پرچم کھل گئے توحیدِ باری کے
حضورِ خالقِ یک تا ہماری آہ و زاری کے

یہ کون آیا کہ دیوارِ حرم سرِ تو چراغاں ہے
یہ کون آیا کہ شاخِ آرزو خوش بو بداماں ہے

یہ کون آیا کہ تاریخِ بشر پھولوں سے مہکی ہے
تمدن کی جبیں پر چاندنی چپکے سے اتری ہے

یہ کون آیا کہ آدم کا شرف ہی معتبر ٹھہرا
یہ کون آیا کہ ہر اک لفظ ہے حکمِ خدا جس کا

یہ کون آیا کہ ظلماتِ شبِ ماتم مٹی یک سر
یہ کون آیا کہ تا حدِ نظر پھیلے خنک منظر

یہ کون آیا کہ تپتے ریگ زاروں پر گری شبنم
یہ کون آیا کہ نظمِ جبر و باطل بھی ہوا برہم

یہ کون آیا کہ محرابِ یقیں میں جشن برپا ہے
یہ کون آیا کہ ابرِ نور و نکہت کھل کے برسا ہے

یہ کون آیا کہ حرفِ آگہی کو مل گئے معنی
یہ کون آیا کہ جس کی منتظر ساری خدائی تھی

یہ کون آیا کہ چھائی ہے فضا میں سرمدی راحت
یہ کون آیا کہ حوا کو ملی ہے چادرِ رحمت

یہ کون آیا کہ اتری ہے دھنک کالی زمینوں پر
یہ کون آیا کہ محرابِ یقیں چمکی جبینوں پر

یہ کون آیا کہ جو توقیرِ انساں کی ضمانت ہے
یہ کون آیا کہ اب تک ہم نوا ابرِ شفاعت ہے

یہ کون آیا کہ ہر تارِ نفس بھی گنگناتا ہے
یہ کون آیا کہ پلکوں پر چراغاں ہوتا جاتا ہے

یہ کون آیا کہ ہے ارض و سما پر وجد سا طاری
یہ کون آیا کہ چشمہ فیض کا ہے آج بھی جاری

یہ کون آیا کہ جو شاداب لمحوں کا امیں ٹھہرا
یہ کون آیا ہے خورشیدِ محبت نقشِ پا جس کا

یہ کون آیا کہ جو سردار ہے بزمِ رسالت کا
جو مرکز ہے محبت کا، جو پیکر ہے سخاوت کا

یہ کون آیا کہ بعدِ حشر بھی جس کی حکومت ہے
ازل سے تا ابد جس کی امامت ہے، عدالت ہے

یہ کون آیا کہ رحمت کی گھٹائیں جھوم کر آئیں
یہ کون آیا کہ امیدیں بھی انسانوں کی بر آئیں

یہ کون آیا کہ قندیلوں میں کرنیں جھلملاتی ہیں
یہ کون آیا کہ گلشن میں فضائیں گنگناتی ہیں

یہ کون آیا کہ نخلستاں سجے ہیں ریگ زاروں میں
یہ کون آیا کہ کرنیں بٹ رہی ہیں ماہ پاروں میں

یہ کون آیا کہ جو مقصودِ تخلیقِ دو عالم ہے
یہ کون آیا کہ جو انسان کے زخموں کا مرہم ہے

یہ کون آیا کہ سبزہ بچھ گیا ہے ریگ زاروں میں
اتر آئے ہیں اب شاداب لمحے مرغزاروں میں

یہ کون آیا کہ جو ننگے سروں پر ایک سایہ ہے
یہ کون آیا کہ جو کون و مکاں کے سر کی چھایا ہے

یہ کون آیا کہ ہر سو رنگ بکھرے ہیں فضاؤں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو ناچ اٹھی ہے ہواؤں میں

یہ کون آیا کہ ارضِ جاں پہ رحمت کے سحاب آئے
یہ کون آیا کہ دامانِ سحر میں آفتاب آئے

یہ کون آیا کہ ہونٹوں پر درودوں کی سحر جاگی
جوارِ دیدہ و دل میں اٹھی کی رہ گزر جاگی

یہ کون آیا کہ فصلِ لالہ و گل لہلہا اٹھی
یہ کون آیا کہ میری شامِ غم بھی گنگنا اٹھی

یہ کون آیا کہ جس کے نور سے ہے ارضِ جاں روشن
یہ کون آیا کہ ہے جن و بشر کی داستاں روشن

یہ کون آیا کہ کنگرے گر گئے ایوانِ باطل کے
ملے آثار دشتِ بے اماں میں ہم کو منزل کے

یہ کون آیا کہ ہے فقر و غنا زادِ سفر جس کا
رہے گا ہر افق پر تا ابد رنگِ سحر جس کا

یہ کون آیا کہ دستارِ سخن میں چاندنی اتری
یہ کون آیا کہ غارِ روز و شب میں روشنی اتری

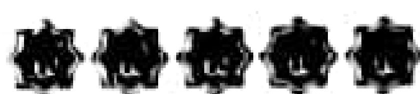
یہ کون آیا کہ پھرتی ہے دھنک مکے کی گلیوں میں
یہ کون آیا کہ خوش بو جھومتی ہے بند کلیوں میں

یہ کون آیا قلم کی خستہ حالی پر کرم ہو گا
کتابِ زندگی کا بابِ روشن اب رقم ہو گا

یہ کون آیا کہ جس کو حاصلِ کون و مکاں کہیے
یہ کون آیا کہ جس کو ہر صدی کا حکمراں کہیے

ریاضؔ اس پیکرِ انوارِ رحمت کی ثنا لکھیے
اسی کی ذاتِ اقدس کو محمد مصطفیٰ ﷺ لکھیے

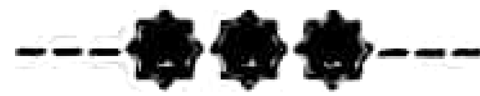
ریاض حسین چودھری



وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

توہین آمیز خاکوں کے خلاف، تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی ایمان افروز جدوجہد اور عشاق نبی ﷺ کے ردعمل کے روح پرور مناظر سے متاثر ہو کر یہ اشعار موزوں ہوئے:

اپنے صحرا میں کئی آہو ابھی خوابیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی پوشیدہ ہیں



رَفَعْنَا کہہ کے واضح سب پہ کر دی — خدا نے رفعتِ شاہِ مدینہ
یہ ہر سو ہو رہی ہے اور اونچی — صدائے حشمتِ شاہِ مدینہ
جہانوں میں فزوں تر ہو رہی ہے — یہ ہر دم عزتِ شاہِ مدینہ
غلط فہمی تھی شاید دشمنوں کو — کہ ہے کم الفتِ شاہِ مدینہ
نئے جوش اور تازہ ولولے سے — اٹھی ہے امتِ شاہِ مدینہ
یہ اس کے دین و ایماں کا ہے حصہ — دفاعِ حرمتِ شاہِ مدینہ
اسے ہر چیز سے بڑھ کر ہے پیاری — متاعِ الفتِ شاہِ مدینہ
اسے کرتی ہے شہ زوروں پہ غالب — مقوّی نسبتِ شاہِ مدینہ
بچائیں گے ہم اپنی دے کے جانیں — حصارِ عظمتِ شاہِ مدینہ
نہ بادِ کفر سے گل ہونے دیں گے — چراغِ سیرتِ شاہِ مدینہ

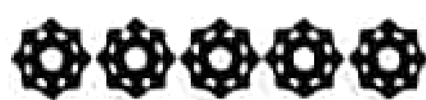
کہی تاریخ اس تحریکِ حق کی
"مقامِ عظمتِ شاہِ مدینہ"

۲۰۰۶ء

نتیجۂ فکر

"غبارِ راہِ حجاز" (۱۴۲۷ھ)

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری، حسن ابدال



نام محمد ﷺ کی معنوی جامعیت و بلاغت

حافظ محمد سعد اللہ

اللہ کریم جل شانہ نے اپنے محبوب خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو جہاں خَلق اور خُلق کے اعتبار سے بے حد و حساب فضائل و کمالات اور محاسن و محامد سے نوازا ہے اور ہر جہت، ہر زاویے اور ہر پہلو سے اوّلین و آخرین بلکہ پوری کائنات سے منفرد، ممتاز، یکتا، بے نظیر، بے مثل، کامل، مکمل، اکمل اور جامع بنایا ہے، وہاں نام کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ کو انبیاء کرام علیہم السلام سمیت دنیا کے چھوٹے بڑے تمام انسانوں سے منفرد و ممتاز بنایا ہے۔ جتنی جامعیت، وسعت اور فصاحت و بلاغت اسم محمد میں پائی جاتی ہے، جن و انس حتیٰ کہ ملائکہ میں سے بھی کسی کے نام میں نہیں پائی جاتی۔ جس طرح یہ فقط نامِ مبارک ہی معجزانہ انداز میں اپنے باکمال مسمّیٰ کے تمام کمالات کا احاطہ کرتا ہے، اس طرح کوئی دوسرا نام بالعموم اپنے مسمّیٰ میں پائے جانے والے کمالات کا احاطہ نہیں کرتا، بلکہ بعض اوقات تو اس میں اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر اپنے اپنے زمانے میں موجود تمام ابنائے جنس سے ظاہری و جسمانی حسن اور باطنی و روحانی کمالات کے اعتبار سے ہزاروں گنا

زیادہ فوقیت رکھتے تھے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ﷻ کی منتخب مخلوق تھے، اس کے باوجود جب ہم ان کے نام ہائے مبارکہ کے لفظی معانی پر غور کرتے ہیں تو یہ معانی ان کی ذواتِ مقدسہ میں موجود فضائل وکمالاتِ نبوت پر دلالت نہیں کرتے۔ مثلاً سب سے پہلے انسان اور پہلے پیغمبر کا نام سیدنا 'آدم' ہے اور آدم کا لفظی معنی گندم گوں ہے۔ اسی طرح 'نوح' کے لفظ کا معنی آرام، 'اسحاق' کا معنی ضاحک، 'یعقوب' کا معنی پیچھے آنے والا، 'موسیٰ' کا معنی پانی سے نکلا ہوا، 'یحییٰ' کا معنی عمر دراز اور 'عیسیٰ' (علیہم السلام اجمعین) کا معنی ہے سرخ رنگ۔ ان تمام اسماء مبارکہ میں سے کوئی بھی اسم اپنے مسمّیٰ کی نبوی عظمت ورفعت اور بلندیٔ مرتبت کی طرف اشارہ تک نہیں کرتا، جب کہ نام محمد اپنے مسمّیٰ کے تمام اوصاف وکمالات کی طرف اشارہ ہی نہیں بلکہ پوری دلالت کرتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اسی اجمال کی قدرے تفصیل بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے تمام ناموں کو دو قسموں، ذاتی نام اور صفاتی نام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک صفاتی ناموں کا تعلق ہے، تو آں جناب ﷺ کی صفات وکمالات میں تعدد وکثرت کے باعث یہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ اتنی کثرت دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے ناموں میں نہیں پائی جاتی اور یہ ناموں کی کثرت بھی مسمّیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ ملا علی قاری نے حضور ﷺ کے اسماء گرامی کی بحث میں لکھا ہے:

ثُمَّ مِنَ الْقَوَاعِدِ الْمُقَرَّرَةِ کَثْرَةُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰی عَظْمَةِ الْمُسَمّٰی---[۱]

''پھر مسلمہ قواعد میں سے یہ قاعدہ بھی ہے کہ ناموں کی کثرت مسمّیٰ کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتی ہے''---

بہر کیف آپ ﷺ کے صفاتی نام عام طور پر تو ۹۹ مشہور ہیں، مگر محدث نووی اور بعض دیگر محدثین نے قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی کے حوالے سے اسماء الٰہی کی طرح ان کی تعداد بھی ایک ہزار تک بتائی ہے[۲] جب کہ آپ ﷺ کا ذاتی نام 'محمد' اور 'احمد' ہے۔ نام نامی 'محمد' کا ذکر قرآن کریم میں چار جگہ[۳] اور 'احمد' کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے حوالے سے ایک جگہ ہے[۴] پھر ان دو ناموں میں بھی نام 'محمد' زیادہ مشہور ہے[۵] اس سلسلے میں ملا علی قاری نے حضور ﷺ کے اسماء گرامی پر مشتمل امام جلال الدین سیوطی کے ایک مستقل رسالہ 'البھجة السویة فی الاسماء النبویة' کی بھی نشان دہی کی ہے[۶] بہر کیف آئندہ سطور میں آپ ﷺ کے نام گرامی 'محمد' کے معنوی

اعجاز وحقیقت کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

چناں چہ نام ’محمد‘ کے حوالے سے سب سے پہلی حیرت انگیز بلکہ معجز نما بات یہ ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر حضور اکرم ﷺ کی ولادت تک ہزاروں سالوں پر مشتمل انسانی تاریخ میں جس طرح قرآن مجید کی صراحت کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا[۷] ٹھیک اسی طرح آپ ﷺ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل تک کسی بچے کا نام ’محمد‘ نہیں رکھا گیا اور ابن تیمیہ کے مطابق یہ بھی حضور ﷺ کی نبوت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کیوں کہ کسی اور کا نام بھی ’محمد‘ رکھا گیا ہوتا تو اس سے آپ ﷺ کی نبوت ورسالت میں شبہہ پڑ سکتا تھا۔[۸]

البتہ آپ ﷺ کی ولادت طیبہ سے تھوڑا عرصہ پہلے عرب میں چند آدمیوں کا نام ’محمد‘ ملتا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے والدین نے کاہنوں اور یہود ونصاریٰ کے علماء سے سن رکھا تھا کہ عنقریب آخر الزماں پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے، جس کا نام ’محمد‘ ہوگا۔ اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے والدین نے ان کا نام ’محمد‘ رکھا، مگر خالی نام رکھنے سے تو کوئی آدمی واقعی اصلی، ازلی اور ابدی ’محمد‘ نہیں بن سکتا۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسرے مشیت ایزدی نے ایسا انتظام کیا کہ ان لوگوں میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور اس مشیت ایزدی کے پیچھے یہی حکمت نظر آتی ہے کہ نام کے اشتباہ سے حضور ﷺ کی آخری اور دائمی وابدی نبوت ورسالت میں کسی قسم کا اشتباہ پیش نہ آئے۔[۹]

بہر حال سوال پیدا ہوتا ہے کہ درج بالا استثنائی واقعہ چھوڑ کر جب پورے عرب میں نسلاً بعد نسلٍ کسی کا نام ’محمد‘ نہیں تھا اور نہ آپ ﷺ کے آباء واجداد میں کوئی بزرگ اس نام سے موسوم تھے، تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ذہن میں یہ منفرد، بالکل نیا اور انوکھا نام رکھنے کا خیال کیوں کر پیدا ہوا؟ تو جزوی تفصیلات میں جائے بغیر اس کا جواب محدثین وسیرت نگاروں نے ایک تو یہ دیا ہے کہ یہ مبارک نام خالقِ کائنات کی طرف سے حضرت عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مختلف ذریعوں سے الہام کیا گیا تھا، کیوں کہ آپ ﷺ عمدہ خصال وصفات کے پیکر تھے۔[۱۰]

دوسرے یہ نام نیک فال کے طور پر رکھا گیا تھا، چنانچہ ولادتِ نبوی کے سات دن بعد عرب کے عام دستور کے مطابق جب حضور ﷺ کے دادا جان حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا تو کھانا کھانے کے بعد مدعوین نے پوچھا: اے عبد المطلب! تم نے جس پوتے کے لیے ہماری ضیافت کی ہے، اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انھوں نے بتایا: 'محمد'۔ انھوں نے پھر سوال کیا: اپنے خاندانی ناموں سے ہٹ کر آپ نے یہ نام کیوں تجویز کیا؟ آپ نے کہا:

''میری خواہش ہے کہ خالقِ کائنات آسمان میں اور مخلوقِ خدا زمین میں اس کی تعریف کرے''---[۱۱]

اب جہاں تک نام 'محمد' کے معنوی اعجاز اور معنوی حقیقت کا تعلق ہے تو اس لفظ کا مادۂ اشتقاق 'حمد' ہے اور حمد کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کے اخلاقِ حسنہ، اوصافِ حمیدہ، کمالاتِ جمیلہ اور فضائل و محاسن کو محبت، عقیدت اور عظمت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اسم پاک 'محمد' مصدر تحمید (بابِ تفعیل) سے مشتق ہے اور اس باب کی خصوصیت مبالغہ اور تکرار ہے۔ لفظِ 'محمد' اسی مصدر سے اسم مفعول ہے اور اس سے مقصود وہ ذات بابرکات ہے، جس کے حقیقی کمالات، ذاتی صفات اور اصلی محامد کو عقیدت و محبت کے ساتھ بکثرت اور بار بار بیان کیا جائے۔[۱۲]

غالباً نام محمد کی اسی معنوی حقیقت اور جامعیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے:

وَ شَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ [۱۳]

لہٰذا لفظِ 'محمد' کے اس مادۂ اشتقاق اور اس کی معنوی حقیقت کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نامِ مبارک کا عام اور سادہ سا ترجمہ 'وہ ذات، جس کی تعریف کی گئی ہو' کافی نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کے ان گنت فضائل و کمالات کے سامنے یہ ترجمہ ہیچ ہے۔ خالی تعریف تو بہت سارے لوگوں کی کی جاتی ہے، اسی لیے علماءِ لغت نے نامِ مبارک کی لفظی و لغوی تعریف 'اَلْكَثِيْرُ الْخِصَالِ الْحَمِيْدَةِ' [۱۴] اور 'اَلَّذِيْ كَثُرَتْ خِصَالُهُ الْمَحْمُوْدَةُ' [۱۵] کے الفاظ میں بیان کی ہے، ان دونوں تعریفوں کا معنی ہے:

''وہ ذات ستودہ صفات جس میں قابلِ تعریف خصال و عادات کثرت سے پائی

جاتی ہوں''---

جب کہ صاحبِ قاموس نے لفظِ 'محمد' کو تحمید سے مشتق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

اَلتَّحْمِيْدُ حَمْدُ اللّٰهِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ وَ مِنْهُ مُحَمَّدٌ كَاَنَّهٗ حُمِدَ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ---[١٦]

''تحمید (حمد سے باب تفعیل کے مصدر کا معنی ہے) یکے بعد دیگرے اور بار بار اللہ ﷻ کی تعریف کرنا اور اسی مادہ سے 'محمد' کا لفظ ماخوذ ہے، تو گویا اس کا معنی ہوا کہ وہ ذات جس کی تعریف یکے بعد دیگرے، بار بار اور ہمیشہ کی گئی ہو''---

اور صاحبِ مفردات نے 'محمد' کا معنی لکھا ہے:

اَلَّذِیْ اُجْمِعَتْ فِیْهِ الْخِصَالُ الْمَحْمُوْدَةُ---[١٧]

''وہ ذات جس میں تمام لائقِ تعریف خصال و عادات جمع کر دی گئی ہوں''---

معروف سیرت نگار قاضی سلیمان منصور پوری حضور ﷺ کے نام کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمد، حمد سے مبالغہ کے لیے ہے، یہ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں، ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں، زمرۂ انبیاء میں بھی محمود اور اہلِ زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں۔ جو لوگ حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سجایا و شیم کے مداح ہیں، جن کا لزوم و ثبوت حضور ﷺ کے نام کے معنی اور حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بدرجہ اتم ہے''---[١٨]

معروف ادیب، سیرت نگار اور مفسر عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے:

''محمد'' عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے جو بابِ تفعیل کا مصدر ہے، اس باب کے معنی کے خواص میں سے ہے کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طور پر مانا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہری طاقت نے اس کو وجود میں آنے کے لیے مجبور کیا، جیسے 'صَـــرَّفَ' (اس نے پھیر دیا) یعنی کسی طاقت نے بے اختیار کر کے پھیر دیا۔ اس طرح 'محمد' کے معنی ہیں، وہ ذات جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو۔ اس معنی سے اسی قوت جاذبہ اور کشش اصلی کی طرف اشارہ ہے''---

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (اپنے زمانے کے معروف یہودی عالم) کے متعلق مروی ہے

کہ وہ چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:

هٰذَا لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ---

"یہ مبارک وروشن چہرہ کسی جھوٹے نبی کا چہرہ نہیں ہوسکتا"---

یورپ میں بڑی ہوشیارانہ تدبیر سے محمد رسول اللہ ﷺ کو بدترین پیرایوں میں دکھلانے کی کوششیں کی گئی ہیں، لیکن اب آج کل بعض جماعتوں اور خداترس بندوں کی طرف سے جو مساعی جمیلہ کی جارہی ہیں انھوں نے تجربہ کرادیا کہ جب کبھی اصلی صورت ان کے سامنے پیش کی گئی ہے تو انھوں نے یہی کہا کہ یہی تو ہمارا کعبۂ مقصود ہے۔

اس باب کی دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کام کے اس طور پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں کا استقصاء کیے ہوئے ہے۔ کوئی جزاس سے چھوٹا ہوا نہیں۔ چنانچہ استعمال میں آتا ہے:

قَتَّلَهٗ قَتِيْلًا---

"اس نے اسے اچھے طریقے سے قتل کیا (کہ مقتول کے ہر عضو پر اس کی زد پڑی)"---

اس خاصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے نامِ مبارک کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ 'محمد' یعنی جس کا جز جز قابل تعریف ہے۔ اصلاحِ نفس، تدبیرِ منزل اور تدبیرِ مدن کی وہ کون سی شاخ ہے، جس کا عملی نمونہ ذاتِ قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ نے پیش نہیں کردیا۔ [۱۹]

نامِ نامی 'محمد' کے لفظی ولغوی معنی کی گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ذات ستودہ صفات جس کی ہمیشہ، بار بار اور ہر جہت وزاویہ سے تعریف کی گئی ہو، جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، تعریف کے بعد تعریف اور توصیف کے بعد توصیف ہوتی رہے۔ چنانچہ خالقِ کائنات سے لے کر مخلوق تک، انبیاء کرام سے لے کر جن وملک تک، حیوانات سے لے کر جمادات تک، غرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح، سب نے آپ ﷺ کی تعریف کی ہے اور آج بھی دنیا کے کوئی ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی زبانیں دن میں نہ جانے کتنی بار آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کے لیے متحرک رہتی ہیں، حتیٰ کہ کفار اور غیر مسلموں میں بھی ایک انصاف پسند طبقہ ایسا ہے جو اگرچہ آپ ﷺ کو رسول تسلیم نہیں کرتا مگر آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ، امانت ودیانت، عدل وانصاف، صداقت وراست بازی اور انسانی ہمدردی وخیر خواہی جیسی خوبیوں کا معترف ہے۔ اس لیے بالکل سچ کہا گیا ہے:

اسم 'محمد' کی درج بالا یہ معنوی حقیقت بھلا عرب کے اہلِ زبان سے کیسے مخفی رہ سکتی تھی، کوئی

شخص آپ ﷺ کو 'محمد' کہہ کر آپ ﷺ کی مذمت بیان نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کرے گا تو اپنے منہ سے جھوٹا ہوگا کہ ایک تو آپ ﷺ کو محمد (سراپا تعریف) کہتا ہے، دوسرے آپ ﷺ کی مذمت بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اہلِ مکہ نے اسی تضاد اور مشکل سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کا نام 'محمد' کی بجائے 'مذمم' (مذمت کیا گیا) تجویز کر رکھا تھا اور اسی نام سے آپ ﷺ کی ذاتِ والا شان کو سب وشتم کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے تھے[۲۰] گویا ان کا یہ طرزِ عمل اور سب وشتم کا انداز بھی خود 'محمد' کی معنوی حقیقت پر دلالت کرنے والا تھا۔ اسی لیے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف میں رسولِ مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يُصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَ لَعْنَهُمْ؟ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَ يَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَ اَنَا مُحَمَّدٌ---[۲۱]

''کیا یہ بات باعثِ تعجب وحیرت نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کے سبّ وشتم اور ان کی لعنت کو میری ذات سے پھیر دیا ہے؟ وہ 'مذمم' نامی شخص کو گالیاں دیتے اور اس پر لعنت کرتے ہیں جب کہ میں تو (بحمد اللہ) 'محمد' (سراپا تعریف) ہوں''---

جب کہ ابن سعد نے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اُنْظُرُوْا كَيْفَ يُصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّیْ شَتْمَهُمْ وَ لَعْنَهُمْ يَعْنِیْ قُرَيْشًا؟، قَالُوْا كَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَ يَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَ اَنَا مُحَمَّدٌ---[۲۲]

''اے بندگانِ خدا! دیکھو اللہ کریم نے کیسے قریش مکہ کی گالیوں اور لعنت وملامت کو میری ذات سے پھیر دیا ہے؟ لوگوں نے پوچھا، وہ کیسے یا رسول اللہ!، فرمایا: وہ مذمم نامی آدمی کو گالیاں دیتے اور اسے برا بھلا کہتے ہیں، جب کہ میں بحمد اللہ 'محمد' (سراپا تعریف) ہوں''---

جہاں تک اسمِ پاک 'محمد' کی پاکیزگی، اس نام کو پکارنے کے آداب اور تعظیم وتکریم کا تعلق ہے، تو یہ ایک مستقل اور الگ موضوع ہے، جس کی تفصیلات کا یہ محل نہیں، تاہم اس حوالے سے اتنی وضاحت کافی ہے کہ عشق ومحبت اور ادب وتقویٰ کے لحاظ سے صدفی صد سے بھی زیادہ سچ کہا گیا ہے کہ:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب   ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نیز نامِ 'محمد' کی معنوی حقیقت کے بارے میں گزشتہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں انسانی اور پیغمبرانہ حیثیت سے کسی قسم کے نقص و عیب کا تصور کرنا آپ ﷺ کی شانِ محمدیت کے منافی ہے، یقیناً اسی حقیقت کے پیشِ نظر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اسی حقیقت کو فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں خوب صورت شعری جامہ پہناتے ہوئے کہا تھا:

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے، کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حواشی

۱......ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، جلد ۱۱، صفحہ ۷۰

۲......دیکھیے:

[ا]......نووی، یحیٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم (مع الصحیح) قدیمی کتب خانہ کراچی، جلد ۲، صفحہ ۲۶۱

[ب]......ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۸۵ء، جلد ۱، صفحہ ۸۸

[ج]......حلبی، علی بن برہان، سیرت حلبیہ، مصطفیٰ حلبی مصر ۱۹۶۴ء، جلد ۱، صفحہ ۱۲۸

[د]......ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱۱، صفحہ ۷۰

۳......ملاحظہ ہو: سورۃ آل عمران: ۱۴۴/ سورۃ الاحزاب: ۴۰/ سورۃ محمد: ۲/ سورۃ الفتح: ۲۹

۴......سورۃ الصف: ۶

۵......حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، جلد ۶، صفحہ ۵۵۵

۶......مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱۱، صفحہ ۷۰ ۷......سورۂ مریم، آیت نمبر ۷:

﴿یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا﴾---

۸......ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱۱، صفحہ ۷۰

۹......تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب المناقب،

باب ما جاء فی اسماء رسول اللّٰہ، جلد٦، صفحہ٥٥٦ تا ٥٥٧

١٠......[ا]......نووی، شرح صحیح مسلم، جلد٢، صفحہ٢٦١

[ب]......ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) مکتبہ قدوسیہ لاہور، جلد١، صفحہ١٤٩

[ج]......حلبی، سیرتِ حلبیہ، جلد١، صفحہ١٢٨

١١......تفصیل کے لیے دیکھئے:

[ا]......ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) مکتبہ قدوسیہ لاہور، جلد١، صفحہ١٤٨

[ب]......حلبی، سیرتِ حلبیہ، جلد١، صفحہ١٢٨

[ج]......سیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ، دارالکتب الحدیثیہ مصر، جلد١، صفحہ١٢٤

١٢......اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی لاہور، جلد١٩، صفحہ١٤

١٣......ابن کثیر، سیرۃ النبی (اردو)، جلد١، صفحہ١٤٩

١٤......لویس معلوف، المنجد تحت مادۂ حمد

١٥......لسان العرب اور محیط المحیط تحت مادۂ حمد

١٦......القاموس المحیط، جلد١، صفحہ٢٩٩، طبع مصر، تحت مادۂ حمد

١٧......راغب اصفہانی، مفردات فی غریب القرآن، تحت مادۂ حمد

١٨......قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، جلد٣، باب خصائص النبی، خصوصیت نمبر١، (محمد رسول اللّٰہ)

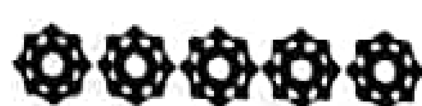
١٩......مولانا عبد الماجد دریا بادی، تفسیر ماجدی، نصف اوّل، تاج کمپنی لاہور ١٩٥٢ء، صفحہ١٧٦، تحت آیت: وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

٢٠......حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، جلد٦، صفحہ٥٥٨

٢١......[ا]......صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی اسماء رسول اللّٰہ، جلد١، صفحہ٥٠١، طبع کلاں کراچی

[ب]......مشکوٰۃ المصابیح، باب اسماء النبی و صفاتہ

٢٢......ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ١٩٦٠ء، جلد١، صفحہ١٠٦



جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر انگیز گفتگو

ترتیب: پروفیسر خلیل احمد نوری

اسلام کے اندر مذہبی تہوار دو طرح کے ہیں، ایک وہ ہیں جن کو سرانجام دینا واجب ہے اور اگر انجام نہ دیے جائیں تو ان کا ترک کرنا گناہ ہے، مثلاً عید الفطر، عید الاضحیٰ اور اسی طرح ان کے ساتھ کچھ اور چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ بعض تہوار ایسے ہیں جن کا اسلام نے وجوبی طور پر تعین نہیں کیا مگر ان کی اہمیت خیر و برکت کے اعتبار سے اتنی زیادہ ہے کہ ان کو نظر انداز کر دینا دین کی روح نہ سمجھنے کے برابر ہے۔ ان کو واجب کے درجے میں نہیں رکھا کہ ان کو انجام دینا واجب ہے، بلکہ امتِ مسلمہ کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے اور ان کی خیر و برکت اور ان کی سعادتیں بیان کر دی ہیں۔

پھر قرآن مجید اور حدیثِ نبوی نے بھی بنیاد رکھ دی ہے۔ دوسری طرح کے تہواروں میں نزولِ قرآن کی خوشی آجاتی ہے، اب ستائیس رمضان المبارک کو نزولِ قرآن کی خوشی مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر مناتے ہیں، کوئی ذرا زیادہ جوش وخروش کے ساتھ، کوئی ذرا کم، لیکن ہر کوئی مناتا ہے۔ بعض پچیسویں یا تیئسویں کو بھی مناتے ہیں، بہر حال آخری عشرہ کی راتوں میں سے ایک رات کو مناتے ہیں۔ لیلۃ القدر کے حوالے سے بھی ایک رات منائی جاتی ہے، یہ وجوبی تہواروں میں سے نہیں، لیکن اس میں خیر و برکت ہے اور ایسی خیر و برکت جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی حیثیت اس اعتبار سے شرعی بنائی گئی ہے، مگر وجوب کے درجے کی نہیں، مگر اس میں خیر و برکت ہے اور برکتیں اتنی ہیں کہ ان کا انکار کرنا دین کی روح کا انکار کرنا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں نزولِ قرآن ہوا، سورۂ قدر میں ہے:

''جانتے ہو شب قدر کیا ہے؟''---

فرمادیا:

''ہزار مہینوں سے افضل ہے''---

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن اس کی اہمیت بیان کردے اور لوگ اس رات کو اہتمام سے نہ جاگیں اور کثرت سے عبادت نہ کریں اور نزولِ قرآن کی خوشی کو نہ اپنائیں۔ اسی طرح قرآنِ مجید نے کہا:

''فرمادیجیے! جو اللہ کا فضل ہوا اور اللہ کی رحمت ہوئی ہے (ان میں نزولِ قرآن کا بھی ذکر ہے اور دیگر نعمتیں بھی شامل ہوتی ہیں)، اس پر خوشی مناؤ اور اس پر خوشی منانا جو کچھ جمع کرتے ہو اس سے کہیں بہتر ہے''---

اس طرح اس میں تہوار کا تصور آجاتا ہے، یوں ہی قرآنِ مجید نے بتایا کہ بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت دی تو وہ اسے مناتے رہے، اس طرح عید میلاد النبی ﷺ بھی ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کو اس نوعیت میں نہیں رکھا بلکہ خیر و برکت کی ترغیبی نوعیت میں رکھا ہے۔

قرآن مجید جس رات میں اترا، اس رات کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا۔ قرآنِ مجید نبی کریم ﷺ کے ذریعے اترا اور نصیب ہوا تو گویا نبی کریم ﷺ کا تشریف لانا قرآن کی نعمت کا باعث ہوا، جو ذات قرآن کی نعمت کا باعث ہوئی وہ اس سے بڑی نعمت ہوئی یا نہ ہوئی؟ یقیناً وہ اس سے بڑی نعمت ہوگی، اس نعمت عظمیٰ پر شکر قرآنِ مجید کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے بھی مقدم ہو گیا، کہ

صاحبِ قرآن ﷺ کے آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا، انھیں میں سے رسول بھیج کر''۔۔۔

اللہ پاک نے اسے اپنا احسان قرار دیا، تو اس احسان پر شکر کرنا چاہیے، احسان کا جب اعلان کر دیا تو شکر ادا کرنے کی ترغیب دے دی تو یہ تہوار بن گئی۔ شکر ادا کرنے کے لیے طریقہ متعین نہیں کیا، ہر دور میں اپنے طریقے ہوتے ہیں، عبادات کے ذریعے بھی، صدقہ و خیرات بجالانے سے بھی اور حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے سے بھی۔ اس طرح بعض بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ و خیرات کرنا، ان کے یومِ وصال کو بطور عرس منانا، یہ سب چیزیں باعثِ خیر و برکت ہیں اور یہ جائز کے زمرے میں آتی ہیں، ان کی حیثیت وجوبی نہیں کہ ان کو ایک ہی دن منایا جائے تو یہ عمل قابلِ قبول ہوگا، کسی دوسرے دن منانے سے یہ عمل قبول نہیں ہوگا، یہ شکرانہ آپ ایک دن آگے پیچھے بھی کر سکتے ہیں، مگر فرضی تہواروں کو آپ ایک دن بھی آگے پیچھے نہیں کر سکتے۔

کیا میلاد منانا بدعت ہے؟

یہ تصور نادانی ہے کہ یہ تہوار پہلے نہیں منایا گیا تو بعد میں کیوں منایا جاتا ہے؟ بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا تعلق حالات و زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں، ایک کسی مسئلہ کی روح ہوتی ہے اور ایک اس کام کی شکل۔ وہ روح اس کا جوہر ہوتی ہے، اس روح کو ہم اس کی بنیاد یا اساس کہتے ہیں اور شکل کو ہیئت قضائیہ کہتے ہیں، مثلاً آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے ارکان و واجبات، اس کی شکل اور ہیئت قضائیہ ہیں اور اس کے اندر جو حضوری اور اخلاص ہے، وہ اس کی روح ہے۔ اگر خالی عمل ہو اور روح نہ ہو تو یہ عمل قبول نہیں ہوتا اور اگر خالی روح ہی روح ہو، عمل درست نہ ہو تو پھر بھی یہ عمل قبول نہیں ہوتا، دونوں کو یکجا کرنا مقصود ہے۔

اب میں آپ کو بات سمجھاؤں کہ وہ چیز جس کا تصور نہ قرآنِ مجید میں ہو اور نہ حدیث میں، وہ بدعت کہلاتی ہے اور دین کے اندر اضافہ کرنے کے مترادف ہے اور ناجائز ہے مگر اس کے برعکس بہت سے ایسے امور جن کی اصل تو قرآنِ پاک، حدیث شریف اور عہدِ رسالت مآب ﷺ میں پائی جائے مگر وہ شکل جو آج موجود ہے، نہ پائی جائے، اس کا جوہر یعنی اس کی بنیاد، اساس کسی نہ کسی شکل میں موجود ہو مگر شکل اور ہو تو یہ بدعت نہیں کہلاتی۔ عام طور پر بدعت کا تصور غلط پیدا ہو گیا ہے، اب بدعت کا تصور شکل سے متعین کیا جاتا ہے، جب کہ حقیقت میں بدعت کا تعلق اصل کے ساتھ ہے، کیوں کہ بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی اصل بھی موجود نہ ہو۔ لوگوں نے کہا جس کی شکل

بھی پہلے پائی جائے ورنہ بدعت ہے، میں قدرے وضاحت سے اس تصور کو واضح کرتا ہوں۔

اصل کا قائم رہنا ضروری ہے، شکل کا نہیں، کیوں کہ شکل پر وقت اور حالات اثر انداز ہوتے رہتے ہیں، سوائے ان احکام کے جن کی شکلیں متعین کر دی گئی ہوں۔ اب بہت سارے امور جن کی شکلیں بعد میں بنیں مگر اصل موجود تھا، ان کو قبول کر لیا گیا، اب میں اس طرف آتا ہوں جیسے:

قرآنِ مجید پر اعراب لگانا جو نہ نبی کریم ﷺ نے لگائے، نہ خلفائے راشدین نے لگائے، لیکن بعد کے زمانے میں لگے، مگر امت نے قبول کیا۔ پہلے دور میں اس لیے نہیں لگائے گئے کہ ان کی ضرورت نہ تھی مگر حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس لیے لگائے گئے کہ عجمی بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اور بغیر اعراب ان کو قرآنِ مجید پڑھنا مشکل ہو گیا تھا، ضرورت چوں کہ بعد میں ہوئی اس لیے اس کو قبول کر لیا گیا۔

اسی طرح قرآنِ مجید کے ادب و احترام کے لیے اس کے اوپر غلاف چڑھایا جاتا ہے، اسلام کے پہلے دور میں کبھی غلاف چڑھائے گئے؟ مگر بعد میں چڑھا دیے گئے اور آج پوری امت اس کو قبول کرتی ہے، تو کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے بزرگ اس کا احترام نہیں کرتے تھے؟ ہم احتراماً غلاف کیوں چڑھاتے ہیں، جب کہ انھوں نے نہیں چڑھایا کیوں کہ وہ لوگ ہمیشہ باوضو رہنے والے تھے اور قرآنِ مجید کو بغیر وضو کے چھونے کا تصور بھی نہ تھا، اس لیے جب بھی قرآن مجید کو چھوتے تھے، وضو کے ساتھ چھوتے تھے، اس لیے غلاف چڑھانے کی ضرورت ہی نہ تھی، اب لوگ بالعموم بے وضو رہتے ہیں اور وضو کبھی کبھی کرتے ہیں، قرآن مجید نے کہا ہے کہ مجھے بغیر وضو کے نہ چھوا جائے، تو بزرگوں نے سوچا کہ اگر قرآنِ پاک پر غلاف چڑھا ہوا ہو تو پھر ادب بھی قائم ہے اور انسان اس کو بغیر وضو کے بھی چھو سکتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ یا خلفائے راشدین نے کبھی پکی مسجدیں بنائیں؟ کچی مسجدیں ہوتی تھیں، بارش ہوتی تو کیچڑ ہو جاتا تھا۔ کچی مسجدیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت تھیں، مگر جب حالات کے مطابق مسجدیں پکی بنانے کا سوچا گیا تو بعض علماء نے فتویٰ دیا کہ مسجد کو پکا بنانا بدعت ہے، اس پر نقش و نگار کرنا جائز نہیں ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ایسا نہیں ہوا، مگر اس دور کے صاحبِ حکمت علماء کرام نے کہا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے، کیوں کہ پہلے دور میں پکی مسجدوں کی ضرورت نہ تھی، اب ان کی ضرورت ہے، کیوں کہ پہلے زمانے میں تمام گھر کچے ہوتے تھے، اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کا گھر بھی کچا ہوتا تھا تو کوئی بھی اس کو کم نظری سے نہیں دیکھتا تھا، مگر اب

جب کہ سب مکانات جدید طریقے سے پکے بنے ہوئے ہوں تو کیا اللہ کا گھر مٹی کا بنا ہوا ہو؟ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گھر بھی اس انداز سے بنایا جائے کہ دیکھنے میں خوب صورت بھی معلوم ہو اور اس کا وقار وعزت، جاہ وعظمت اور اسلامی معاشرے میں قدر ومنزلت اور مقام کی جھلک دکھائی دے۔ پھر اسی طرح دو منزلہ مسجدیں بنائی گئیں، بلند وبالا حسین وجمیل مینار وگنبد تعمیر کیے گئے۔

اسی طرح آپ اب جتنے بھی علوم پڑھتے ہیں کیا یہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پڑھائے جاتے تھے؟ صحابہ کرام ﷺ نے سوائے قرآن وحدیث کے کچھ اور پڑھا؟ کسی نے قرآن وحدیث کو سیکھنے کے لیے کوئی فن (عربی ادب) وغیرہ پڑھا؟ مگر بعد کے حالات میں دین کو سمجھنے کے لیے ان علوم وفنون کی طرف بھی توجہ دی گئی، یعنی جوں جوں علم کا زوال آتا گیا توں توں اضافی کوششیں کی جانے لگیں تا کہ قرآن فہمی اور دین کو سمجھنا آسان ہو سکے۔

اسی طرح کیا صحابہ کرام ﷺ نے تصنیف وتالیف کا کام کیا؟ قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب صحابہ ﷺ نے لکھی؟ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے علاوہ کوئی اور چیز صحابہ کرام ﷺ نے جمع کی؟ مگر چوں کہ اصل موجود تھی، لیکن بعد میں شکلیں حسب ضرورت بدلتی چلی گئیں۔

اب آپ دیکھیں کہ پورے اسلام کے اندر مسئلہ کی شکل اس وقت کے حالات کے مطابق اور تھی، اب اور ہے۔ اصل کی بنیاد پر ہمیشہ حالات کے مطابق شکلیں بدلتی رہی، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو بھی کتابی شکل دی؟ جب قرآن مجید کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے جمع کیا، اس دور میں بھی ایک صحابی نے کہا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا؟ یعنی وہ کام بدعت ہے جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا، مگر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے کہا کہ خدا کی قسم بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا مگر یہ بھلائی کا کام ہے اور اب اس کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ سات سو حافظ صحابہ شہید ہو گئے تھے، خدشہ پیدا ہوا کہ اگر اسی طرح صحابی شہید ہوتے گئے تو پھر قرآن مجید کو محفوظ رکھنے کا مسئلہ بن جائے گا، جب ضرورت آئی اور اس میں خیر کا پہلو پایا گیا تو فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو کھول دیا ہے"---

تو پھر کیا دلیل بنی؟ نبی کریم ﷺ کا کرنا یا نہ کرنا یا پھر امر خیر کو دلیل بنایا گیا؟

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک میں صرف تین راتیں باہر نماز تراویح باجماعت پڑھائیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے بھی ایسا کیا، مگر حضرت سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے پہلی

مرتبہ پورے مہینہ کے لیے امام مقرر کیے۔ اس دوران حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مسجد کے قریب سے گزرنا ہوا تو وہ چوں کہ صاحبِ حکمت ہستی تھے، حکمت کو پا گئے اور کہا:

''اے عمر! اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے، تو نے کیسی اچھی بدعت کا آغاز کیا ہے''---

اب تیس تیس راتیں تراویح ہوتی ہے کہ نہیں؟ کوئی آٹھ پڑھے یا بیس، یہ علیحدہ بات ہے مگر سب پڑھتے پورا مہینہ ہیں، حالاں کہ ایک بھی حدیث سے ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پورا مہینہ نمازِ تراویح کی جماعت کروائی ہو۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ جو چیز قرآن وسنت کے مخالف ہو وہ بدعت ہے اور جس چیز کو قرآن وحدیث کی تائید حاصل ہو اور وہ امر خیر پر مبنی ہو، بدعت حسنہ ہے، بھلائی کی چیز ہے اور پھر فرمایا گیا:

''ہر بدعت گمراہی ہے''---

مگر یہ بدعتیں اس معنی میں نہیں آتیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی ان کی ولادت کی خوشی منائی جاتی تھی، آپ ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''پیر کے دن روزہ رکھا کرو''---

عرض کیا گیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا گیا:

''یہ میری ولادت کا دن ہے''---

یعنی ولادت کے دن کی آپ ﷺ نے تخصیص عطا کر دی۔ آپ ﷺ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ منگل کو روزہ رکھا کرو، اگرچہ بدھ یا منگل کو منع نہیں کیا مگر پیر کے دن کو روزے کے طور پر منانے کا ذکر آیا۔

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے آیا ہے:

مولا! اپنے لطف وانعام کے دن کو عید بنا دے:

﴿رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا﴾---[المائدہ:۱۱۴]

اور میرے اوپر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا:

﴿وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ﴾---[مریم:۳۳]

تو پھر جس دن نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے گیا وہ عید کا دن نہیں ہوگا، ساری عیدیں اس دن پر قربان ہیں کہ ہمیں ساری عیدیں اس دن کی خاطر اسی کے طفیل ملیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آج کل کچھ لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ پر چراغاں ہو رہا ہے، جلوس نکل رہے ہیں،

محافل منعقد ہو رہی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ دن اس طرح کہاں منایا جاتا ہے، اس وقت وہ احباب یہ بھول جاتے ہیں کہ بہت سے امور جو آج نئے طریقے سے ہو رہے ہیں، مثلاً تبلیغی مقصد کے لیے اجتماع، کیا صحابہ کرام ﷺ نے ایسے اجتماعات باہتمام کیے؟ اب ہم سالانہ تبلیغی اجتماع کرتے ہیں، کیا صحابہ کرام ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی اور دینی اجتماع کو رواج کیا؟ سیرت النبی پر جلسے کیے، کبھی سیرت النبی کے اشتہار چھپوائے، مگر اس کا بڑا واضح جواب یہ ہے کہ اس وقت اس کی ضرورت نہ تھی اور صحابہ کرام ﷺ کا رجحان ادھر لانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی مگر آج رجحان کو اس طرف لانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ کسی ملک کا یوم تاسیس آتا ہے تو پورے ملک میں چراغاں ہوتا ہے، توپوں کی سلامی ہوتی ہے، بھرپور شایان شان طریقے سے یہ کام سرانجام پاتے ہیں، پہلے زمانے میں یہ رواج نہیں تھے۔ اسی طرح یوم قائداعظم ۲۵ دسمبر کو آتا ہے، ملک بھر میں عام تعطیل ہوتی ہے اور یہ دن بھی بڑی دھوم دھام کے ساتھ منایا جاتا ہے، چراغاں ہوتا ہے، سب سرکاری دفاتر پر جھنڈے لہرائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یوم اقبال بھی منایا جاتا ہے، اب کون سا دارالعلوم ایسا ہے جو اپنا جشن نہیں مناتا، کوئی سالانہ مناتا ہے اور کوئی دس سالہ مناتا ہے۔ اب کوئی جماعت ایسی ہے جس کی کوئی بڑی شخصیت آئے تو جلوس نہ نکالے جاتے ہوں۔ اب ان میں سے کوئی بات ہے جو رسالت مآب ﷺ کے عہد میں ہوئی ہو، صحابہ کے دور میں ہوئی ہو؟ پھر وہ کام جو صدیوں میں نہیں ہوئے، وہ سب جماعتیں، سب مسلکوں کے لوگ کیوں کرتے ہیں؟ کوئی مسلک اس سے مستثنیٰ ہے؟ ہر کوئی اپنی شخصیات اور اپنے قائدین کا استقبال کر رہا ہے اور یہ سب کچھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوتا ہے تو پھر بات بڑی واضح ہو گئی کہ یہ آج کے دور کا رواج ہو گیا ہے کہ لوگ اپنی پیدائشوں پر، اپنی جماعت کے یوم تاسیس پر، اپنی لیڈرشپ کے آنے پر دھوم دھام سے جلوس نکالتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں دبدبہ پیدا ہو، تمکنت پیدا ہو، لوگ راغب ہوں تاکہ پتہ چل سکے کہ کوئی شخصیت آ رہی ہے۔ یہ اس دور کی ضرورت ہو گئی ہے اور پھر کتنا بخل اور ظلم ہو گا کہ وہ اپنے لیڈروں کے استقبال کے لیے تو جلوس نکالیں اور یوم تاسیس پر چراغاں کریں اور پھر جب حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا دن آئے تو یہ تلاش کرنا شروع کر دیں کہ صحابہ کرام کرتے تھے یا نہیں؟ مگر اپنے معاملے میں ہم یہ بھول جاتے ہیں۔ کیا حضور نبی کریم ﷺ سے بھی (معاذ اللہ) بڑی شخصیت کا کوئی دن ہو گا؟ اگر ان شخصیتوں کی پیدائش پر اکیس اکیس توپوں کی سلامی ہو تو

نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر اکیس ہزار توپوں کی سلامی بھی کم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر چراغاں ہونا چاہیے اور کوئی اس عمل سے خالی نہیں رہنا چاہیے، شرط صرف یہ ہے کہ غیر شرعی چیزیں، مثلاً گانا، بجانا وغیرہ نہ ہوں اور یہ دن اس طرح منانا چاہیے کہ دوسرے منائے جانے والے دن ماند پڑ جائیں۔

جشن میلاد النبی ﷺ صدیوں تک اہل مکہ و مدینہ کا معمول رہا ہے

میلادالنبی ﷺ کے موقع پر خوشی کے اظہار کے لیے جلوس نکالنا اور محافل منعقد کرنا صدیوں سے تمام بلادِ اسلامیہ حتیٰ کہ اہل مکہ و مدینہ کا بھی معمول رہا ہے۔ حرمین شریفین میں موجودہ حکومت کے عنانِ سلطنت سنبھالنے سے پہلے صدیوں تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علماء، فقہاء، سلاطین و امراء اور عوام و خواص، سب کا معمول رہا ہے۔ حتیٰ کہ بارہ ربیع الاوّل کو میلادالنبی ﷺ کا جلوس خود حرمِ کعبہ سے نکلتا تھا اور حضور کے مولد شریف (سوق اللیل) جاتا، مجلس منعقد ہوتی اور وہاں پر خطاب ہوتے۔

شیخ قطب الدین الحنفی

شیخ قطب الدین الحنفی اہل مکہ کا معمول لکھتے ہیں:

یُزَارُ مَوْلِدُ النَّبِیِّ ﷺ الْمَکَانِیُّ فِی اللَّیْلَۃِ الثَّانِیَۃَ عَشَرَ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ فِیْ کُلِّ عَامٍ فَیَجْتَمِعُ الْفُقَھَاءُ وَ الْاَعْیَانُ عَلٰی نِظَامِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْقُضَاۃُ الْاَرْبَعَۃُ بِمَکَّۃَ الْمُشَرَّفَۃِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ بِالشُّمُوْعِ الْکَثِیْرَۃِ وَ الْمُفْرَغَاتِ الْفَوَانِیْسِ وَ الْمَشَاعِلِ وَ جَمِیْعُ الْمَشَائِخِ مَعَ طَوَائِفِھِمْ بِالْاَعْلَامِ الْکَثِیْرَۃِ وَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلٰی سُوْقِ اللَّیْلِ وَ یَمْشُوْنَ فِیْہِ اِلٰی مَحَلِّ مَوْلِدِ الشَّرِیْفِ بِازْدِحَامٍ وَ یَخْطُبُ فِیْھَا شَخْصٌ وَ یَدْعُوْ لِلسَّلْطَنَۃِ الشَّرِیْفَۃِ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ اِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ یَجْلِسُوْنَ صُفُوْفًا فِیْ وَسْطِ الْمَسْجِدِ مِنْ جِھَۃِ الْبَابِ الشَّرِیْفِ وَ الْقُضَاۃُ یَدْعُوْنَ لِلسُّلْطَانِ وَ یُلْبِسُ النَّاظِمَ خِلْعَۃً وَ یُلْبِسُ شَیْخَ الْفَرَاشِیْنَ خِلْعَۃً ثُمَّ یُؤَذِّنُ لِلْعِشَاءِ وَ یُصَلِّی النَّاسُ عَلٰی عَادَتِھِمْ ثُمَّ یَمْشِی الْفُقَھَاءُ مَعَ نَاظِمِ الْحَرَمِ اِلَی الْبَابِ الَّذِیْ یَخْرُجُ مِنْہُ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَتَفَرَّقُوْنَ وَ ھٰذَا مِنْ اَعْظَمِ مَرَاکِبِ نَاظِمِ الْحَرَمِ الشَّرِیْفِ بِمَکَّۃَ الْمُشَرَّفَۃِ وَ یَاْتِی النَّاسُ مِنَ الْبَدْوِ وَ الْحَضَرِ وَ اَھْلِ جَدَّۃَ وَ سُکَّانِ اَوْدِیَۃٍ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ وَیَفْرَحُوْنَ بِھَا ---[الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام، صفحہ ۱۹۶]

''بارہ ربیع الاوّل کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا تھا،

تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے، ادائیگیٔ نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لیے جاتے، ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا)، وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی، پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے، تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہوتی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے، واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت، مسجد حرام اور اس محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی ہوتی، پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی، اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے، یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے"---

جمال الدین محمد بن جار اللہ بن طہیرہ

شیخ جمال الدین محمد بن جار اللہ بن طہیرہ بھی یوں ہی تحریر فرماتے ہیں:

جَرَتِ الْعَادَةُ بِمَكَّةَ الثَّانِي عَشْرَةَ مِنْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ كُلَّ عَامٍ اَنَّ قَاضِيَ مَكَّةَ الشَّافِعِيَّ يَتَهَيَّأُ لِزِيَارَةِ هٰذَا الْمَحَلِّ الشَّرِيْفِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فِيْ جَمْعٍ عَظِيْمٍ، مِنْهُمُ الثَّلَاثَةُ الْقُضَاةُ وَ اَكْثَرُ الْاَعْيَانِ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَ الْفُضَلَاءِ وَ ذَوِي الْبُيُوْتِ بِفَوَانِيْسَ كَثِيْرَةٍ وَ شُمُوْعٍ عَظِيْمَةٍ وَ ازْدِحَامٍ عَظِيْمٍ وَ يُدْعٰى فِيْهِ لِلسُّلْطَانِ وَ لِاَمِيْرِ مَكَّةَ وَ لِلْقَاضِي الشَّافِعِيِّ بَعْدَ تَقَدُّمِ خُطْبَةٍ مُنَاسِبَةٍ لِلْمَقَامِ ثُمَّ يَعُوْدُ مِنْهُ اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قُبَيْلَ الْعِشَاءِ وَ يَجْلِسُ خَلْفَ مَقَامِ الْخَلِيْلِ بِاِزَاءِ قُبَّةِ الْفَرَّاشِيْنَ وَ يَدْعُو الدَّاعِي لِمَنْ ذَكَرَ انِفًا بِحُضُوْرِ الْقُضَاةِ وَ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ وَ يَنْصَرِفُوْنَ---

وَ لَمْ اَقِفْ عَلٰى اَوَّلِ مَنْ سَنَّ ذَالِكَ سَاَلْتُ مُؤَرِّخِي الْعَصْرِ فَلَمْ اَجِدْ عِنْدَهُمْ عِلْمًا بِذَالِكَ---

[الجامع اللطیف فی فضل مکة و اہلہا و بناء البیت الشریف، بحوالہ القول الفصل، صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶]

"ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاوّل کی رات کو (اہل مکہ کا) یہ معمول ہے کہ

قاضیٔ مکہ جو کہ شافعی ہیں، مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، ان لوگوں میں تینوں مذاہب کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں، وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے اور پھر بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لیے دعا کی جاتی ہے اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں، مقامِ ابراہیم پر اکٹھے ہو کر دوبارہ دعا کرتے ہیں، اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں، پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر الوداع ہو جاتے ہیں---

(مصنف فرماتے ہیں) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا علم نہیں ہو سکا"---

مندرجہ بالا مسئلہ کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

وَ کُنْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ بِمَکَّۃَ الْمُعَظَّمَۃِ فِیْ مَوْلِدِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ یَوْمِ وِلَادَتِہٖ وَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ یَذْکُرُوْنَ اِرْھَاصَاتِہِ الَّتِیْ ظَھَرَتْ فِیْ وِلَادَتِہٖ وَ مُشَاھَدَتِہٖ قَبْلَ بَعْثِہٖ فَرَاَیْتُ اَنْوَارًا سَطِعَتْ دَفْعَۃً وَّاحِدَۃً لَا اَقُوْلُ اِنِّیْ اَدْرَکْتُھَا بِبَصَرِ الْجَسَدِ وَ لَا اَقُوْلُ اَدْرَکْتُھَا بِبَصَرِ الرُّوْحِ فَقَطْ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ کَیْفَ الْاَمْرُ بَیْنَ ھٰذَا وَ ذٰلِکَ فَتَاَمَّلْتُ لِتِلْکَ الْاَنْوَارِ فَوَجَدْتُھَا مِنْ قِبَلِ الْمَلٰئِکَۃِ الْمُوَکَّلِیْنَ بِاَمْثَالِ ھٰذِہِ الْمَجَالِسِ وَ رَاَیْتُ یُخَالِطُہٗ اَنْوَارُ الْمَلٰئِکَۃِ اَنْوَارَ الرَّحْمَۃِ---[فیوض الحرمین، صفحہ ۸۰، ۸۱]

"مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا، تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی، انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کی ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو، میں نے غور و غوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی

وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمتِ باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا"---

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ارشاد سے بھی اس امر کی تصدیق ملتی ہے کہ مکہ معظمہ میں ان کے زمانۂ قیام تک بھی محافل میلاد کا معمول رہا ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں، تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورتِ جواز موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں، کیوں کہ عالمِ خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں"---[شمائم امدادیہ، صفحہ ۹۳]

آپ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"مولد شریف تمام اہلِ حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے، البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں، نہ چاہئیں"---[شمائم امدادیہ، صفحہ ۸۷، ۸۸]

حضرت حاجی صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں اپنا معمول بیان فرماتے ہیں:

"فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"---[فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ ۹]

حضور ﷺ کے یومِ وصال پر غم کیوں نہیں منایا جاتا؟

بعض نادان دوست ربیع الاوّل شریف کے موقع پر عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں پر کئی دوسرے اعتراضات کے ساتھ ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور وصالِ مبارک ایک ہی دن اور ایک ہی ماہ میں ہوئے ہیں، لہٰذا حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کے بجائے ان کے وصال فرما جانے کے افسوس میں غم منانا چاہیے اور اس پر نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں کہ جی دیکھو، حضور ﷺ کے یومِ وصال کا غم ہی نہیں، لہٰذا سردست موقع کی مناسبت سے ہم ان کے لیے اتنا ہی عرض کرنا چاہیں گے کہ:

1 غم کرنا امت مسلمہ کا شیوہ نہیں

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بدلے شکر کرنا اور شکر بجالاتے ہوئے خوشی کرنا، اللہ رب العزت کا حکم ہے، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی شکر بجالاتے ہوئے غم واندوہ اور افسوس کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ایسا کرنا تو نعمت کی بے قدری ہے اور بے قدری کرنا گویا کفرانِ نعمت کے زمرے میں آتا ہے، جس کے لیے ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌo﴾---[ابراہیم،۱۴:۷]

"اور اگر تم میری نعمت کی ناشکری کرو گے، تو بے شک میرا عذاب سخت ہے"---

لہٰذا اس موقع پر سوگ منانا اور غم کرنا امتِ مسلمہ کا وطیرہ اور اس کا شیوہ نہیں، اس لیے کہ:

2 غم نعمت کے خاتمے پر کیا جاتا ھے

دوسری بات یہ ہے کہ غم اس وقت کیا جاتا ہے، جب کوئی چیز ختم ہو جائے، چلی جائے، اس سے حاصل ہونے والے فوائد بھی ختم ہو جائیں اور اس کے اثرات ونتائج کا سلسلہ بھی بند ہو جائے۔ مثلاً کسی کے ہاں بیٹا تھا، وہ فوت ہو گیا، اب اس کے مرنے پر تو اسے غم ہو سکتا ہے کہ بیٹے کی نعمت اس سے چھن گئی، لیکن پھر بھی شکر گزار مومنین کا یہ شیوہ بھی نہیں کہ وہ مال ودولت اور اولاد کے آنے جانے پر خدا سے شکوے کریں، کیوں کہ یہ تو آزمائشیں ہوتی ہیں، چہ جائے کہ کوئی حضور ﷺ کے وصال پر غم کرے یا حزن وملال کی کیفیت اپنائے، اس لیے کہ حضور ﷺ کا وصالِ مبارک بھی اسی طرح امت کے حق میں رحمت ہے، جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ تھی۔ معترضین کو یہ اعتراض کرتے ہوئے کم از کم حیاۃ النبی ﷺ پر غور کرنا چاہیے، وہ اس ہٹ دھرمی میں آ کر انبیاء اور تمام انسانوں کی موت وحیات کو یک جا تصور کرتے ہیں، وہ انتہائی نامناسب اور غیر علمی انداز سے اس دلیل کا سہارا لیتے ہیں، جس میں سرے سے کوئی قرین قیاس بات ہی نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آقا ﷺ تو موجود ہیں، غم تب کریں کہ حضور ﷺ کا سایۂ رحمت امت کے سر سے اٹھ گیا ہو یا رابطہ اور تعلق منقطع ہو چکا ہو۔ حضور ﷺ تو آج بھی امت کے احوال سے باخبر ہیں اور قدم قدم پر دست گیری فرماتے ہیں۔ یہاں حیات النبی ﷺ کے دلائل دینا تو باعثِ طوالت ہوگا، وہ ایک الگ موضوع ہے، جس پر مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کی کتب موجود ہیں، تاہم اس میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ اپنے جسم اطہر کے ساتھ اپنے روضۂ مبارکہ میں بحیات تشریف فرما ہیں۔

3 حضور ﷺ کی نبوت تا قیامت جاری ھے

اللہ تعالیٰ نے جو کلمہ مسلمانوں کو عطا فرمایا، اس کے الفاظ ہی اس حقیقت پر پختہ شہادت ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت جاری و ساری ہے اور قیامت تک اسی طرح رہے گی جس طرح حیاتِ ظاہری میں تھی۔ کلمہ طیبہ کے کلمات ہیں:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ---

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں''---

اب جو شخص یہ کہے کہ محمد اللہ کے رسول تھے اور یہ نہ کہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، وہ بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ماضی میں رسول بھیجنے کے عقیدہ کو سرے سے ختم کر دیا اور حضور ﷺ کی بات 'تھے' کے صیغے سے کرنے کی اجازت ہی نہیں دی اور سلسلۂ نبوت کے آخر میں حضور ﷺ کو بھیج کر یہ واضح کر دیا کہ لوگو! اور نبی آئے اور چلے گئے، چوں کہ وہ جاتے رہے، اس لیے نئے نبی بھی آتے رہے، اگر حضور ﷺ چلے گئے ہوتے تو کوئی نیا نبی آجاتا اور نیا نبی اب نہیں آئے گا، خدا نے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، لہٰذا سیدھی سی بات ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت تاحال قائم ہے اور قیامت تک رہے گی، اس لیے یہ عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ حضور ﷺ اب بھی اسی طرح اللہ کے رسول ہیں جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تھے اور جس طرح ہمارے لیے ہیں، اسی طرح بعد میں آنے والی قیامت تک کی نسلوں کے لیے ہوں گے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تریسٹھ برس تک آپ ﷺ ہر ایک کو سر کی آنکھ سے دکھائی دیتے تھے اور وصالِ مبارک کے بعد کسی کسی کو دل کی آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں، پہلے حالت بیداری میں ہر کسی کو نظر آتے تھے اب کسی کسی کو خواب میں نظر آتے ہیں اور جو شخص ان کی یاد اور محبت میں دل کو زندہ کر لے، وہ اب بھی نہ صرف خواب میں بلکہ بیداری میں حضور ﷺ کو دیکھتا ہے اور دل کی آنکھ سے نہیں، سر کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

حضور ﷺ کی امت میں کتنے عشاق ایسے ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ بیمار ہوئے، حضور ﷺ سفید دن میں ان کی عیادت اور احوال پوچھنے تشریف لائے اور لاتعداد بزرگوں کے حالات ایسے ملتے ہیں، جن کے ہاں مرگ ہوئی، حضور ﷺ بنفس نفیس ان کے ہاں تعزیت اور دل جوئی کے لیے تشریف لائے۔

غرضیکہ حضور ﷺ اپنے مخلص غلاموں کی عیادت بھی کرتے ہیں، ان کی رہنمائی بھی کرتے

ہیں، انھیں دل اور سر کی آنکھوں سے شرف دیدار بھی بخشتے ہیں اور جب وہ دنیا سے چلنے لگیں تو ان کی روحوں کے استقبال کے لیے بھی تشریف لاتے ہیں۔

حضرت ابوالعباس مرسی کا حال

حضرت کے بعض امتی تو ایسے ہیں جنھوں نے قسم کھا کر کہا:

لَوْ حُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ طَرْفَۃَ عَیْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ---[روح المعانی، پارہ ۲۲]

"اگر حضور ﷺ ایک لمحے کے لیے بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں، تو اس لمحے میں خود کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتا"---

ان کے تو ایسے بھی غلام ہیں جن کی نظروں سے وہ اوجھل ہوتے ہی نہیں۔

ارے نادان انسان! تو نے سمجھ لیا کہ حضور ﷺ مجھے جو نظر نہیں آتے تو شاید چلے ہی گئے ہیں، جو ان کے ہو گئے ہیں، ان سے پوچھ کر دیکھ، وہ کہتے ہیں، ہمیں ہر گھڑی دیدار سے نوازا جاتا ہے اور ہر آن ان کا لطف و کرم جاری ہے اور جس گھڑی وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہوں، ہم اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

جب سب کچھ ہے تو غم کس کا؟

نہ تو حضور ﷺ کی عنایات میں کمی آئی، نہ ان کی شفقتوں اور مہربانیوں میں کمی آئی، نہ ان کی طرف سے ملنے والی ہدایات میں کمی آئی، نہ حضور ﷺ کے تصرف و کمال میں کمی واقع ہوئی اور نہ ان کے حسن و جمال میں کوئی نقص رونما ہوا، نہ ان کے مرتبے میں کچھ فرق پڑا، نہ نبوت و رسالت اور ختم نبوت میں کمی واقع ہوئی اور نہ ان کی توجہات میں کوئی کمی ہوئی۔ جب سب کچھ اسی طرح موجود ہے تو غم کس بات کا؟

بے شک حضور ﷺ پر بھی موت آئی لیکن جب ایک عام مومن اور کافر کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو حضور ﷺ کی موت اور عام انسانوں کی موت میں کتنا فرق ہوگا؟

حضور ﷺ نے جو ظاہری دنیا سے پردہ فرمایا ہے تو عام انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں، خواص تو آج بھی حضور ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے لوگ جنھوں نے زندگی میں کم و بیش بہتر یا پچھتر مرتبہ عالم بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ [امام شعرانی، بحوالہ میزان الکبریٰ، صفحہ ۱۴۴، مطبوعہ مصر]

آپ جب روضہ اقدس پر حاضری کے لیے جاتے ہیں تو کیا اسی طرح جاتے ہیں جس طرح ایک عام آدمی کی قبر پر جایا جاتا ہے؟ بلکہ وہاں جا کر وہی آداب ملحوظ رکھنے فرض ہیں جو آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں تھے۔ اور ہم جب حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو بعض سلام تو فرشتوں کے ذریعے ان تک پہنچائے جاتے ہیں اور بعض خوش قسمت ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا سلام سن کر خود حضور ﷺ اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اسی لیے ارشاد فرمایا:

''لوگو! میری وفات کو دوسروں کی موت کی طرح نہ سمجھنا، قیامت تک اگر کوئی مومن بھی مجھ پر سلام کہے گا، میں اس کا سلام سنتا بھی ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں، میری روح مجھ میں واپس لوٹا دی جاتی ہے''---

کئی دوسرے ائمہ کے علاوہ ابن قیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں اس قسم کی بہت سی روایات اکٹھی کی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے جسے انھوں نے امام طبرانی اور ابوداؤد سے اس طرح نقل کیا، حضور ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ، قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِکَ، قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِیْ، اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ---[ابن قیم، جلاء الافہام، صفحہ ۶۳]

''جو شخص مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے، وہ جہاں بھی ہو، اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ صحابہ نے عرض کی، کیا بعد از وصال بھی آپ ﷺ اسی طرح سنیں گے؟ فرمایا، ہاں کیوں نہیں، وصال کے بعد بھی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے''---

یہ کوتاہیاں ہماری طرف سے ہیں کہ ہمیں حقیقتِ حال کا علم نہیں، اس لیے کہ ہم زندہ ہو کر بھی مردہ ہیں اور وہ وفات پا کر بھی زندہ ہیں۔ حضور ﷺ تو سلام سنتے بھی ہیں، اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں، مگر ہم اس جواب کے سننے سے قاصر ہیں، کیوں کہ ہر کان نہ سزاوارِ سماعت ہے اور نہ ہی ہر آنکھ قابلِ دیدار۔

الغرض امتِ مسلمہ پر خوشی ومسرت کا اظہار واجب ہے، نہ کہ اظہارِ غم اور افسوس۔

4 امت کے حق میں ولادت و رحلت، دونوں رحمت ہیں

رحلتِ شریفہ کے متعلق مندرجہ بالا بحث کے بعد چند روایات اور ائمہ کے اقوال پیشِ خدمت

ہیں، جوان شاء اللہ اس قابلِ افسوس رجحان کو اصلاحی پہلوؤں پر سوچنے میں مدد دیں گے:

امت کے حق میں حضور ﷺ کی ولادت اور رحلتِ اطہر دونوں رحمت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ۔۔۔[الشفاء، جلد۱، صفحہ۱۹]

''میری ظاہری حیات اور میرا وصال، دونوں تمہارے لیے باعثِ خیر ہیں''۔۔۔

دوسرے مقام پر اس کی حکمت ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَ سَلَفًا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ هَلَکَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَ نَبِیُّهَا حَیٌّ فَاَهْلَکَهَا وَ هُوَ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَهٗ بِهَلْکَتِهَا حِیْنَ کَذَّبُوْهُ وَ عَصَوْا اَمْرَهٗ۔۔۔[مسلم، جلد۲، صفحہ۲۴۹]

''جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر اپنا خاص کرم کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس امت کے نبی کو وصال عطا کر کے اس امت کے لیے شفاعت کا سامان کر دیتا ہے اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی ظاہری حیات میں ہی عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتا ہے اور اس امت کی ہلاکت کے ذریعے اپنے پیارے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا ہے''۔۔۔

مذکورہ حدیث میں لفظ 'فرط' کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اَصْلُ الْفَرَطِ هُوَ الَّذِیْ یَتَقَدَّمُ الْوَارِدِیْنَ لِیُهَیِّءَ لَهُمْ مَا یَحْتَاجُوْنَ اِلَیْهِ عِنْدَ نُزُوْلِهِمْ فِیْ مَنَازِلِهِمْ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ لِلشَّفِیْعِ فِیْمَنْ خَلْفَهٗ۔۔۔

''فرط، کسی مقام پر آنے والوں کی ضروریات، ان کی آمد سے پہلے مہیا کرنے والے شخص کو کہا جاتا ہے، پھر اپنے بعد آنے والے کی سفارش کرنے والے کے لیے مستعمل ہونے لگا''۔۔۔

اس امت پر اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی عنایت ہے کہ آخرت میں پیش ہونے سے پہلے اس کے لیے حضور ﷺ کو شفیع بنا دیا گیا ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا وصال بھی تمہارے لیے رحمت ہے۔ جب یہ بات طے ہوگئی کہ امت کے حق میں دونوں رحمت ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں نعمتِ عظمیٰ کون سی ہے؟ تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری امت کے حق میں ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ہی دوسری نعمت حاصل ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے اصول شریعت بیان کرتے ہیں کہ:

وَ قَدْ اَمَرَ الشَّرْعُ بِالْعَقِيْقَةِ عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَ هِيَ اِظْهَارُ شُكْرٍ وَ فَرْحٍ بِالْمَوْلُوْدِ وَ لَمْ يَاْمُرْ عِنْدَ الْمَوْتِ بِذِبْحٍ وَ لَا بِغَيْرِهٖ بَلْ نَهٰى عَنِ النِّيَاحَةِ وَ اِظْهَارِ الْجَزْعِ فَدَلَّتْ قَوَاعِدُ الشَّرِيْعَةِ عَلٰى اَنَّهٗ يَحْسُنُ فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ اِظْهَارُ الْفَرْحِ بِوِلَادَتِهٖ ﷺ دُوْنَ اِظْهَارِ الْحُزْنِ فِيْهِ بِوَفَاتِهٖ---

[حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاوی، جلد۱، صفحہ۱۹۲]

''شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت ایسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا، بلکہ نوحہ و جزع وغیرہ سے منع کر دیا ہے۔ شریعت کے مذکورہ اصول کا تقاضا ہے کہ ربیع الاوّل شریف میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم''---

اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مفتی عنایت احمد کاکوری حرمین شریفین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

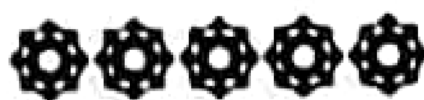
''علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکرِ وفات نہ چاہیے، اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشیٔ میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے، ذکرِ غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے، حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکرِ قصۂ وفات کی نہیں ہے''---[تواریخ حبیب اللہ، صفحہ۱۵]

اور پھر آپ ﷺ کا وصال ایسا نہیں جو امت سے آپ ﷺ کا تعلق ختم کر دے، بلکہ آپ ﷺ کا فیضانِ نبوت تا قیامت جاری ہے اور آپ ﷺ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے آپ ﷺ کے وصال کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے:

لَيْسَ هُنَاكَ مَوْتٌ وَ لَا فَوْتٌ بَلِ انْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ---

[شرح الشفاء، جلد۱، صفحہ۳۶]

''یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات، بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے''---



وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ

''اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے
جو ہر چیز کا روشن بیان ہے''

تبیان القرآن

(مکمل 12 جلد)

---تصنیف---

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

دار العلوم نعیمیہ کراچی

گیارھویں جلد (ان شاء اللہ)
عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے

تفسیر ابن عباس

(ترجمہ وحواشی) (مکمل 2 جلد)

از ترجمان قرآن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---ترجمہ---

مولانا شاہ محمد عبدالمقتدر قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---ترجمۂ قرآن---

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

---تسہیل---

مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ

التذکرۃ (عربی)

فِی اَحۡوَالِ الۡمَوۡتٰی وَ اُمُوۡرِ الۡآخِرَۃ

سفر آخرت کی منازل (مترجم)

موت، قبر، عالم برزخ، حشر ونشر کے احوال، شفاعت،
حساب و کتاب، حوض کوثر، میزان، پل صراط،
جنت ودوزخ کے بارے میں تفصیلات
امت مسلمہ میں پیدا ہونے والے فتنوں کا تذکرہ
ایک عظیم مفسر اور محدث کے قلم سے

---تصنیف---

امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی

---مترجم---

مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

فقہ حنفی کے عظیم ماخذ اور احادیث شریف کے
اہم ذخیرے کی شرح

بنام

شرح مؤطا امام محمد

(۳ جلد)

---تصنیف---

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ

---ترجمہ و شرح---

محقق اسلام علامہ محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)، 38-اردو بازار، لاہور
Ph:+92-42-7312173,7123435 Fax:+92-42-7224899
E-mail: info@faridbookstall.com Visit us at: www.faridbookstall.com

اونٹوں کا نذرانہ

محمد اصغر مجددی

سردارِ قریش حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنی خواب گاہ میں محوِ استراحت ہیں کہ آدھی رات کے وقت اچانک انھیں کسی نے پکار کر کہا:

''عبدالمطلب! اٹھو اور اپنی منت پوری کرو''---

اس آواز پر حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھتے ہیں اور نیند سے بوجھل آنکھوں کے ساتھ دائیں بائیں دیکھتے ہیں--- سنسان اور اندھیری خواب گاہ میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا، ان ہی خیالات میں گم ان کی پھر آنکھ لگ جاتی ہے، دوبارہ پھر خواب میں ان سے کہا جاتا ہے:

''عبدالمطلب! اٹھو اور اپنی منت پوری کرو''---

اس کے ساتھ ہی وہ مکمل طور پر بیدار ہو جاتے ہیں اور باقی رات آنکھوں میں ہی کاٹتے ہیں--- رات کے ختم ہونے اور دن کے نکلنے کا بے قراری کے ساتھ انتظار کرنے لگتے ہیں--- انتظار کا ایک ایک پہر ایک ایک سال پر بھاری محسوس ہوتا ہے--- آخر خدا خدا کر کے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور مکہ کی گلیوں میں دن کا اجالا پھیلنے لگتا ہے--- دن کے نکلتے ہی حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بلواتے ہیں اور رات کو نیند میں پیش آنے والے واقعہ اور خواب کے

بارے میں انھیں آگاہ کرتے ہوئے ان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

''اے میرے بیٹو! میں نے اللہ رب العزت سے اس بات کا عہد کیا تھا کہ اگر وہ مجھے دس بیٹے عطا کرے اور تمام بیٹے میری زندگی میں میری آنکھوں کے سامنے جوان ہوں، تو اظہارِ تشکر کے لیے میں اپنا ایک لختِ جگر اس کی راہ میں قربان کروں گا''---

اس کے ساتھ ہی انھوں نے اس منت کی یہ وجہ بتائی کہ چاہِ زم زم کی دوبارہ دریافت کے موقعہ پر اہلِ مکہ نے میری مخالفت کی تھی اور کھدائی کے انتہائی کٹھن اور دشوار کام میں میرا ساتھ نہیں دیا تھا--- میں اور تمہارے بڑے بھائی حارث نے، ہم دونوں نے تنہا بڑی مشکل کے ساتھ مدتوں سے بند چاہِ زم زم کو کھولا تھا--- اس موقعہ پر مجھے یہ شدید احساس ہوا کہ اگر حارث کے اور بھی بھائی ہوتے تو اجتماعی مفاد کا یہ کام بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا تھا--- اس بات کو دل میں لیے ہوئے میں نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر یہ دعا مانگی:

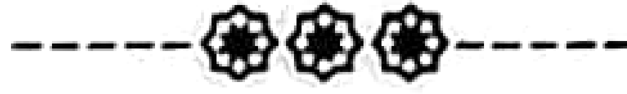
''اے بارِ الٰہا! مجھے دس بیٹے عطا فرما، تاکہ میں تیرے گھر کی خدمت بہتر طریقے پر سر انجام دے سکوں''---

اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا ایک بیٹا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کی نذر مانی تھی--- معلوم ہوتا ہے کہ اس نذر کو پورا کرنے کا وقت آگیا ہے---اب تم بتاؤ کہ اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟---فرماں بردار بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا:

''ابا جان! ہم پر آپ کو پورا پورا اختیار حاصل ہے، جس طرح چاہیں کریں، ہم سب اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے حاضر ہیں''---

آپ کو اولاد کی یہ اطاعت شعاری بہت پسند آئی اور آپ نے ایک بیٹے کے انتخاب کا فیصلہ قرعہ پر چھوڑ دیا اور اس مقصد کے لیے کعبہ کے ایک مجاور سے جو ہمیشہ ایسے کام کرتا تھا، قرعہ نکلوایا--- مجاور نے قرعہ اندازی کے لیے ڈالی جانے والی پرچیوں پر حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے تمام بیٹوں کے نام لکھ کر قرعہ نکالا---قرعہ میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی اسمِ گرامی نکلا---سیدنا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فہم و فراست میں تمام بیٹوں میں ممتاز اور باپ کو جان و دل سے زیادہ عزیز تھے---لختِ جگر سے لافانی ولاثانی محبت بھی ایفائے عہد میں آڑے نہ آئی اور قرعہ کے مطابق نذر پوری کرنے کی غرض سے آپ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو قربان

کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے---



قریش کے قبیلے کے ایک اچھے خصائل، اعلیٰ فضائل، نیک سیرت و نیک صورت اور انتہائی پاک باز نوجوان حضرت عبداللہ ﷺ کو قربان کرنے کے حضرت سیدنا عبدالمطلب ؓ کے بہت عجیب وغریب فیصلے کی وجہ سے آج مکہ مکرمہ میں ایک کھلبلی مچی ہوئی ہے--- اس روح فرسا خبر کے باعث پورے شہر میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ چکی ہے--- جگہ جگہ چہ میگوئیاں شروع ہو گئی ہیں--- ایک ہجوم ہے، جو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کعبہ کی جانب بڑھ رہا ہے--- یہ ہجوم حضرت سیدنا عبدالمطلب ؓ کے قریب پہنچ کر رک جاتا ہے--- ہجوم میں شامل لوگ سراپا احتجاج بن کر حضرت سیدنا عبدالمطلب ؓ سے اپنا فیصلہ بدلنے کا مطالبہ کرتے ہیں--- کچھ لوگ تو باقاعدہ ان کی منت وساجت بھی کرتے ہیں، لیکن حضرت سیدنا عبدالمطلب ؓ مجمع کی تمام اپیلوں، درخواستوں، التجاؤں، منت ساجت اور احتجاج کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے--- وہ اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پہاڑ کی طرح ڈٹ چکے ہیں--- لوگوں کے تمام مطالبات کو ٹھکراتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

''یہ میرا اور میرے پروردگار کا معاملہ ہے، اس میں دخل دینے والے تم کون ہوتے ہو؟''---

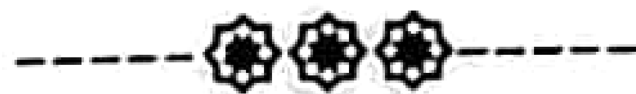
ان کے ارادے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ارادے میں لچک کا دور تک کوئی امکان نہیں ہے--- اس سلسلے میں وہ اپنے عزم واستقلال کا اس رجز کے ذریعے بھی اظہار کرتے ہیں:

عَاهَدْتُهٗ وَ اَنَا مُوْفٍ عَهْدَهٗ   وَ اللّٰهِ لَا یُحْمَدُ شَیْءٌ حَمْدَهٗ

اِذَا کَانَ مَوْلَایَ وَ اَنَا عَبْدُهٗ   نَذَرْتُ نَذْرًا لَا اُحِبُّ رَدَّهٗ

وَ لَا اُحِبُّ اَنْ اَعِیْشَ بَعْدَهٗ

''میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا--- بخدا! کسی چیز کی ایسی حمد نہیں کی جاتی، جس طرح اللہ کی حمد کی جاتی ہے--- جب وہ میرا مولا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور اس کے لیے میں نے نذر مانی ہے، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اس نذر کو مسترد کروں اور پھر مجھے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں''---



حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یہ دوٹوک فیصلہ سنتے ہی پورے مجمع پر سناٹا طاری ہو جاتا ہے اور لوگوں کی بے چینی اور بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے---اہلِ زمیں کی طرح اہل آسماں بھی اس واضح اعلان کے باعث اضطراب میں مبتلا ہیں---کارکنانِ قضاوقدر دم بخود ہیں---جنت کی حوریں تڑپ رہی ہیں---ملائکہ پریشان و ششدر ہیں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں حیرانی کے ساتھ ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں کہ اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سرادِقریش حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی منت کی نذر ہو کر قربان کر دیے گئے تو پھر پشت ہا پشت سے ان کی صلب مبارکہ میں منتقل ہونے والے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری کس طرح ہو گی؟---

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہورِ قدسی کیوں کر ممکن ہوگا؟---

طیبہ کے چاند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمکنے کی سہانی ساعت کیسے آئے گی؟---

دعاءِ خلیل علیہ السلام اور نویدِ مسیحا کب مستجاب ہوگی؟---

ختم نبوت کا تاج کس ہستی کے سر پر سجے گا؟---

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کس راج دلارے اور آنکھوں کے تارے کو لوریاں دیں گی؟---

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریاں کون چرائے گا؟---

بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کی آتشِ عشق کو کون تسکین دے گا؟---

غریبوں، یتیموں اور بے کسوں کا سہارا کون بنے گا؟---

گناہ گاروں کی بخشش کون کروائے گا؟---

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کس پر نازل ہو گی اور آخری دین کیسے مکمل ہوگا؟---

کعبہ سوچ رہا تھا:

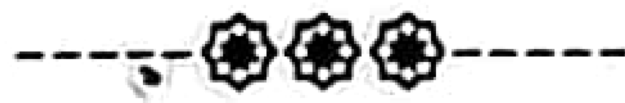
مجھے بتوں سے کون پاک کرے گا؟---

میرے حرم کو سجدوں کی جبینوں سے کون سجائے گا؟---

آبِ زم زم، مقامِ ابراہیم اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کو تقدیس کس طرح حاصل ہو گی؟---

جوں جوں پدرِ رسول کی قربانی کا وقت قریب آ رہا ہے، توں توں کائنات ارضی و سماوی کی مخلوقات کی تشویش بڑھتی جا رہی ہے، لیکن زمین و آسمان پر برپا ہونے والے کہرام کے منظر کو دیکھ کر مشیت مسکرا رہی تھی، کیوں کہ آدم و حوا کی توبہ، طوفانِ نوح، نارِ نمرود، چاہِ کنعان اور بطنِ ماہی کے

واقعات کے دوران اپنی بعثتِ مبارکہ سے قبل مشکلات کے ازالے اور فتوحات و کامیابیوں کی نویدِ جاں فزا کا باعث بننے والے انتہائی مقدس و متبرک نامِ نامی اور عظیم ترین ذاتِ گرامی کے نور کی امانت کے رکھوالے حضرت عبداللہ ﷺ کی سلامتی کے لیے قدرت نے جو انتظام و اہتمام کر رکھا تھا، وہ کسی کے تصور اور وہم و گمان میں بھی نہیں تھا---



ادھر حضرت سیدنا عبدالمطلب ﷺ آستین چڑھا کر چھری منگواتے ہیں اور قربان گاہ کی طرف قدم بڑھاتے ہیں، جہاں حضرت عبداللہ ﷺ پہلے ہی موجود ہیں کہ اچانک رؤساءِ قریش اپنی مجلسوں سے اٹھ کر قربان گاہ کی جانب دوڑے چلے آتے ہیں--- حضرت سیدنا عبداللہ ﷺ کے ننھیال ہتھیاروں سے لیس ہو کر آ گئے ہیں--- وہ سب یک زبان ہو کر کہتے ہیں:

''اے عبدالمطلب! ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ چاند جیسے چہرے والا اور پھول سے زیادہ نازک بدن والا، خوب رُو عبداللہ ان کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا جائے، ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے''---

قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ بپھر گئے ہیں اور مرنے مارنے پر تل گئے ہیں--- ابوطالب اپنے بھائی کی حمایت میں ڈٹ چکے ہیں--- ماحول میں تلخی بڑھتی جا رہی ہے--- تمام سردار و رؤساء آمادۂ پیکار نظر آنے لگے ہیں--- زندگی اور موت کے اس کھیل کی گھڑیاں کرب ناک صورتِ حال اختیار کرتی جا رہی ہیں اور خون ریزی کا خدشہ بڑھتا جا رہا ہے کہ اچانک مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم جو اپنی پیرانہ سالی اور تدبر و تجربہ کاری کے باعث تمام قبائل میں منصف تسلیم کیے جاتے ہیں، آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں:

''سردارِ مکہ! آپ عبداللہ کا خون بہا ادا کر دیجیے، اس طرح آپ کی منت بھی پوری ہو جائے گی اور عبداللہ بھی موت کے گھاٹ اترنے سے بچ جائیں گے''---

یہ آواز صورِ اسرافیل کی طرح گونج اٹھتی ہے، جس میں سارے مجمع کی آوازیں شامل ہو چکی ہیں--- اب ہر طرف سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہے:

''خون بہا ادا کرو، عبداللہ کو چھوڑ دو، خون بہا ادا کرو، عبداللہ کو چھوڑ دو''---

اس صائب مشورے پر حضرت سیدنا عبدالمطلب ﷺ کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ جاتے ہیں

اور پھر کہتے ہیں:

"یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن اس سلسلے میں مجھے کاہنہ سے دریافت کرنا ہوگا" ---

جدِ رسول حضرت سیدنا عبدالمطلب ﷺ کی یہ بات سن کر مجمع میں اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے --- انھیں افہام و تفہیم پر آمادہ پا کر عرش و کرسی اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے ---

باہمی مشاورت سے حجاز کی معروف کاہنہ نجاح جو اپنے فن میں نظیر نہیں رکھتی، سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، قریش کا ایک نمائندہ وفد اس سے ملتا ہے، نجاح ان سے پوچھتی ہے:

"آج کل تمہارے ہاں ایک آدمی کی دیت کیا مقرر ہے؟" ---

ان کو بتایا جاتا ہے کہ ایک آدمی کی دس اونٹ دیت دی جاتی ہے --- کاہنہ نے کہا:

"عبداللہ کے نام پر پہلی مرتبہ دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا جائے، اگر قرعہ میں اونٹ آ جائیں تو بہتر ہوگا ورنہ دس دس اونٹ بڑھاتے جائیں" ---

نجاح کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے قرعہ اندازی کی گئی، یہاں تک کہ سو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا --- اس فیصلے پر وفد کے شرکاء میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے حضرت سیدنا عبدالمطلب ﷺ کو مبارک باد دی اور اس بات پر انھوں نے خالق و مالک کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے حضرت عبداللہ ﷺ کے بدلے میں سو اونٹوں کا فدیہ قبول فرما لیا --- لیکن اس موقع پر حضرت سیدنا عبدالمطلب ﷺ کا رویہ پھر تبدیل ہو جاتا ہے --- جس پر سردارانِ قریش پھر مضطرب ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں:

"عبدالمطلب! اب کیا ہوا؟" ---

وہ کہتے ہیں:

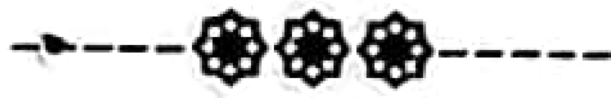
"لا و رب البیت، خدا کی قسم میں قرعہ اندازی سے مطمئن نہیں ہوں، تین مرتبہ قرعہ اندازی کی جائے، اگر تینوں مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں" ---

عالمِ انسانیت کی خوش قسمتی تھی کہ تینوں مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلتا ہے ---

-----❁❁❁-----

اونٹوں کی قربانی کا کام شروع ہو چکا ہے --- اذنِ عام دے دیا گیا ہے کہ جو جتنا چاہے گوشت لے جائے --- کسی کو روکا نہ جائے --- کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی گوشت

کھانے سے منع نہ کیا جائے---صحنِ حرم میں جشن کا سماں ہے---لوگ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جان بچ جانے اور ان کی سلامتی پر بے حد خوش ہیں---گوشت کی دعوتِ عام نے اہلِ مکہ کی خوشیوں کو دوچند کر دیا ہے---یوں محسوس ہوتا ہے کہ بعثتِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل ہی حرمِ کعبہ میں میلاد کا جشن اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ بپا ہے---اللہ اکبر! عظمت وشانِ مصطفیٰ ﷺ---



یہ واقعہ بھی حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے خصائص میں شمار ہوتا ہے---قربان گاہ میں خوشی خوشی سو اونٹ ذبح کر دیے جاتے ہیں اور یوں حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی منت بھی پوری ہو جاتی ہے---سو اونٹوں کے نذرانے سے رحمتِ عالم ﷺ کے والد ماجد جناب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صدقے میں انسانی شرف کا نئے سرے سے یوں ارتقاء اور احیاء عمل میں آتا ہے کہ قبل ازیں عرب میں ایک آدمی کی دیت چند اونٹ مقرر تھی لیکن اس منفرد ترین واقعہ کے ساتھ ہی دیت میں دیے جانے والے اونٹوں کی تعداد سو تک بڑھا دی جاتی ہے---اس طرح قتل و غارت گری کے انسداد اور استیصال و تدارک کی ایک انتہائی مضبوط بنیاد فراہم ہو جاتی ہے---

یہ ساری کاوشیں تھیں ایک ہی امید کی خاطر
یہ سب کچھ ہو رہا تھا، ایک روزِ عید کی خاطر
مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود حضور سید عالم، رحمتِ عالمیاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ---

''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں''---

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی کا ہدیہ قبول فرما کر دونوں کو بچا لیا کہ یہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے امین تھے---



E:\KASHIF\TARIQ.INP

گل ہائے تحسین

ماہ نامہ 'نور الحبیب' بصیر پور شریف

شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ ماہ مارچ ۲۰۰۶ء

مدیر اعلیٰ: مکرمی حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری زید مجدہ

مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

صفحات: ۱۰۰ بہ الفاظ بحساب ابجد: ''زیب عَبْدُہٗ'' ''ادب النبی''

قطعہ تاریخ **(سال طباعت)**

زین باغ علم و معرفت

۲۰۰۶ء

اس مہینے کا ہے میرے سامنے 'نور الحبیب' باطنی اور اس کا حسنِ ظاہری خوب و عجیب

استقامت کا، اولوالعزمی کا ہے پیغام بر یہ صحیفہ کاروانِ عشق و مستی کا نقیب

عالم عرفان و دانش کا، جہانِ علم کا اس کی تابانی سے پُر انوار ہے دور و قریب

میرا بھی اس منبعِ انوار سے ہے رابطہ اس کی ضو مجھ کو بھی حاصل ہے، زہے میرا نصیب

اس شمارے کی طباعت کی کہی تاریخ یوں

جنتِ دیدہ 'حجازی نورِ خورشیدِ حبیب'

۱۴۲۷ھ

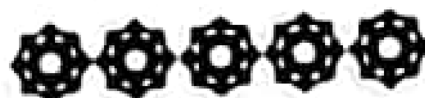
ہدیہ اخلاص، بخدمت گرامی قدر حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری زید فیوضہ

ماہ صفر المظفر کی مناسبت سے وقیع و بلند پایہ مضامین کی اشاعت پر یہ ناچیز آپ کی خدمت میں گل ہائے تبریک و تحسین پیش کرتا ہے اور 'نور الحبیب' کی درخشانی میں اضافہ کی دعا بھی۔

نتیجہ فکر

''حریصِ فیضِ مصطفیٰ'' (۱۴۲۷ھ)

محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری، حسن ابدال



عیدوں کی عید

محمد عارف برکاتی

جب کائنات میں کفر وشرک، دہشت و بربریت کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا، انسانی معاشرہ میں روحانی، اخلاقی اور اجتماعی قدریں نہ ہونے کے برابر تھیں، ایسے میں ۱۲ ربیع النور کو مکہ مکرمہ میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے ایک نور چمکا، جس نے اکوانِ عالم کو جگمگ جگمگ کر دیا۔ سسکتی ہوئی انسانیت کی آنکھ جن کی طرف لگی ہوئی تھی، وہ تاجدار رسالت، محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ تمام عالمین کے لیے رحمت بن کر مادرِ گیتی پر جلوہ گر ہوئے۔ کفر وظلمت کے بادل چھٹ گئے، شاہ ایران کسریٰ کے محل پر زلزلہ آ گیا، چودہ کنگرے ٹوٹ گئے، ایک ہزار سال سے شعلہ زن آتش کدہ بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا، کعبۃ اللہ کو وجد آ گیا، بت سر کے بل گر پڑے اور ہر طرف نور ہی نور چھا گیا۔ مظلوم انسانوں کو ایک ایسے محسن اعظم عطا ہو گئے جو خلق کے سرور، شافع محشر، بحر سخاوت، قاسم کوثر اور نورِ مجسم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾---[پارہ ۱۷، رکوع ۷]

"اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"---[ترجمہ کنزالایمان]

ابولہب جو کہ کافر تھا، اس کو اپنے بھتیجے کی آمد کی خوش خبری ملی تو اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کنیز 'ثُوَیْبَہ' کو آزاد کیا تھا، مرنے کے بعد بعض گھر والوں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تو جواب دیا کہ تم سے جدا ہو کر مجھے خیر نہ ملی، مگر اس انگلی سے پانی ضرور ملتا ہے جس سے میں نے کنیز 'ثویبہ' کو آزاد کیا تھا [بخاری شریف] چناں چہ جب اسے پانی کی نعمت کی خوشی ملتی ہے تو ہم مسلمان کتنے خوش نصیب ہیں جو سرکار مدینہ ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں۔ ہمارے دیوانوں اور ایوانوں میں خوشی کی لہر دوڑ اٹھتی ہے:

نثار تیری چہل پہل کے ہزار عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہان میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ---[پارہ ۳۰، رکوع ۱۸]

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو'' ---[ترجمہ کنزالایمان]

سرکار مدینہ فیض گنجینہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہمارے لیے تمام نعمتوں سے افضل ہے، لہٰذا ہمیں اس نعمت عظمٰی کا خوب خوب چرچا کرنا چاہیے اور خوشی کے اظہار پر سب سے بڑے جشن کے طور پر مناتے ہوئے چراغاں، جلوس، نذر و نیاز، محفل میلاد منا کر اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ 'عیدوں کی عید' ہے۔

ہماری فاؤنڈیشن ہر سال کی طرح اس سال بھی خوشی کا اظہار کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے آپ سے درخواست کرتی ہے کہ براہ کرم آپ بھی ہر ممکن طور پر حصہ لیں اور ۱۲ ربیع النور کی آمد پر بہترین نیا لباس زیب تن کرتے ہوئے اپنے گھر، دفاتر پر چراغاں کریں، بینرز اور جھنڈے آویزاں کریں، اپنے علاقے کی ہر مسجد اور مدرسے میں محفل میلاد و جلوس کا انعقاد اور خاص کر شب ولادت صبح صادق کے وقت محفل بہاراں، سرکار ﷺ کے حسین تصور میں ڈوب کر قیام کر کے صلوٰۃ و سلام کے گلدستے پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ﷻ سے دعائیں مانگیں۔ مخیّر کاروباری و صنعت کار اپنی مصنوعات میں خصوصی رعایت 12% فرما کر اس خوشی میں شامل ہوں اور اعلانات و بینرز آویزاں کریں۔ مٹھائیاں تقسیم کیجیے، جشن عید میلاد النبی ﷺ کے اسٹیکرز بانٹیے، سینوں پر نعل پاک اور گنبد خضرا والے بیج لگائیں، میلاد لنچ، ڈنر اور پارٹیز کا انعقاد کریں اور اگر ہو سکے تو زیادہ سے زیادہ غرباء میں راشن اور کپڑے کی تقسیم اور کار خیر کے ساتھ ساتھ سبیل، نذر و نیاز اور علم کی ترویج کے لیے علماء کرام کی دینی کتب تحفے میں دے کر نعمت کا اظہار کریں اور سب سے بڑھ کر ایک دوسروں کو 'جشن عید میلاد النبی ﷺ' کی مبارک باد بذریعہ عید کارڈ، ذاتی ملاقات، فون اور پیغامات (SMS/E-mail) بھیجیں اور عید مبارک کا رواج عام کریں کہ جس طرح رمضان المبارک اور عید الاضحیٰ پر کرتے ہیں۔ اگر آپ عالم دین ہیں تو اپنے خطبوں اور وعظ میں عوام الناس کو سیرت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کی ترغیب دلایئے، معلم ہیں تو اپنے شاگردوں کو جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ترغیب دیجیے، جج، جسٹس یا وکیل ہیں تو عدالتوں اور بار کونسلوں میں عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے سیمینار، کانفرنسیں اور مصطفوی قوانین کا چرچا عام کریں کہ یہ عیدیں بھی سرکار ﷺ کے صدقے میں ملی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کریں، کیوں کہ محفل میلاد کرنے کے خواص میں یہ امر مجرب ہے کہ اس سال امن و امان رہتا ہے اور ہر مراد پانے میں جلدی خوشی ملتی ہے[مواہب لدنیہ] آپ کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ 2006ء کو امت مسلمہ سال حضرت محمد ﷺ کے طور پر منا رہی ہے:

بزم کونین نمائش ہے تمہاری ساری
حق نے یہ بزم تمہیں سے ہے سجائی ساری



رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر توہین آمیز ظلم

حرمین شریفین کے خطباء اپنے خطابات میں بالعموم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل وشمائل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو موضوع گفتگو بنانے سے پہلوتہی کرتے ہیں، تاہم ناموس رسالت کی مناسبت سے شیخ راشد الخالد، امام وخطیب حرم مکی کا یہ خطبۂ جمعہ لائق مطالعہ ہے، ترجمہ محمد اسلم صدیق نے کیا ہے، اسے ہم ماہنامہ محدث، لاہور کے شکریہ کے ساتھ شائع کرر ہے ہیں---[ادارہ نور الحبیب]

خطبہ مسنونہ کے بعد......

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ○ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِیْرًا ○ وَ لَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ○﴾---[الاحزاب:۴۵ تا ۴۸]

”اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اس کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر، آپ ان لوگوں کو بشارت دیں جو آپ پر ایمان لائے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے اور آپ کفار ومنافقین سے ہرگز نہ دبیں اور ان کی اذیت رسائی کی کوئی پروانہ کریں اور اللہ پر ہی بھروسہ کریں، اللہ ہی اس کے لیے کافی ہے“---

رسول اللہ ﷺ پر رب کی رحمتیں ہوں اور ان کی آل اور صحابہ پر، جن کو اللہ تعالیٰ نے شاہد اور مبشر و نذیر بنا کر بھیجا۔ شاہد ہمیشہ انصاف کرتا ہے، مبشر ہمیشہ خیر کا پیغام ہی لاتا ہے اور نذیر ہمیشہ محبت و شفقت کے ساتھ ہلاکت و تباہی سے ڈراتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾---[التوبہ:۱۲۸]

''دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا مشقت میں پڑنا، اس پر سخت گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے''---

اے لوگو! دنیائے کائنات پر اس دن صبحِ حق طلوع ہوئی اور انسانی زندگی کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا جب سب سے پہلے محمد بن عبداللہ ﷺ نے انسانی کشتی کا چپّو اپنے ہاتھ میں لیا، ان پر میرے پروردگار کی طرف سے بے شمار درود و سلام ہو۔

اللہ کی قسم! اگر آج اس عظیم ترین انسان کا دفاع نہ کیا گیا تو روئے زمین کی رونقوں اور بھلائیوں کی بساط لپیٹ دی جائے گی اور دنیا ویران ہو جائے گی۔ جب آپ ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوتے تو وہ کانپنے لگتا، جب آپ ﷺ وعظ کے لیے منبر پر چڑھتے تو آواز بلند ہو جاتی، چہرہ سرخ ہو جاتا، یوں محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ ایک حملہ آور لشکر کی اطلاع دینے والے ہیں۔

آپ ﷺ عبودیت کی سیڑھی پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اس روز جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک سیر کروائی:

اسریٰ بک اللّٰہ لیلًا إذ ملائکہ ۔۔۔ و الرسل في المسجد الأقصیٰ علی قدم
لما رأوک بہ استقوا بسیدھم ۔۔۔ کالشھب في البدر أو کالجند بالعَلَم
صلی وراءک منھم کل ذي خَطَر ۔۔۔ و من یخز بحبیب اللّٰہ یأتمِم
یُؤتي السماوات أو ما فوقَھن دُجی ۔۔۔ علی منوَّرۃٍ دُرِّیۃِ النُّجم
رکوبۃٍ لک من عِزٍّ و من شَرَفٍ ۔۔۔ لا في الجیاد و لا في العین کالرُّسُم
مشیئۃ الخالق الباري و صَنعتہ ۔۔۔ و قدرۃ اللّٰہ فوق الشک و التُّھَم

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے علاوہ کسی انسان کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، جیسا کہ

جب آپ ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر تھے تو اس کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کی شریعت ہر لحاظ سے کامل ہو اور تمام انبیاء و رسل کی تمام اعلیٰ صفات کا آپ بے مثل نمونہ ہوں۔

← امام شافعی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ایک قول ہے:

ما أوتي نبي من معجزة و لا فضيلة إلا لنبينا ﷺ نظيرها---

''انبیا کے تمام معجزات وفضائل کی نظیر ہمارے نبی ﷺ میں موجود تھی''---

یا خاتم الرسل المبارک و العلو صلیٰ علیک مُنزل القرآن

''اے خاتم الرسل، جس کی ذات بابرکت اور شان بلند ہے، قرآن کا نازل کرنے والا تجھ پر رحمتیں نازل فرمائے''---

پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کی سمع و بصارت کو تزکیہ کا اعلیٰ نمونہ بنادیا اور آپ کو کائنات پر فضیلت بخشی۔ اس نے انسانیت کی تمام صفاتِ کمال اور کمالِ اخلاق آپ کی ذات میں رکھ دیے۔ آپ کی شان کتنی عظیم ہے کہ خود پروردگار نے آپ کو ﴿إنک لعلیٰ خلق عظیم﴾ کا خطاب دیا اور آپ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا:

ادبني ربي فاحسن تاديبي---[جامع الصغیر، ۳۴۹]

''میرے رب نے مجھے آداب سکھائے اور بہترین آداب سکھائے''---

← حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بارے میں کہا:

و احسن منک لم تر قط عیني و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرا من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

''آپ ﷺ سے بڑھ کر خوب صورت آج تک میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کسی ماں نے نہیں جنا، آپ ﷺ ہر نقص و عیب سے پاک پیدا ہوئے، گویا ایسے جیسے آپ ﷺ نے چاہا''---

اور آپ ﷺ کی ان صفاتِ حمیدہ کا شدید دشمنوں نے بھی اعتراف کیا، اگرچہ آپ ﷺ ان کی شہادتوں اور تزکیوں کے چنداں محتاج نہیں ہیں!!

آپ ﷺ بلاشبہ اولادِ بنی آدم کے سردار، تقویٰ وطہارت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

لوگو! آج جھوٹے اور سچے کی تمیز کا وقت آ گیا ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ ہم صدیوں سے

مسلط ذلت ورسوائی کے اسباب کا جائزہ لیں، ہر جگہ مسلمانوں کی آہ وبکا سنائی دے رہی ہے لیکن کوئی اس پر کان دھرنے والا نہیں۔ آج چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی ہماری چیخ وپکار کی بازگشت بھی ہمیں سنائی نہیں دیتی، ہم کب تک نفرت وحقارت کی تصویر بنے رہیں گے، کیا آج ہم سے بھی بڑھ کر کوئی رسوا اس دنیا میں موجود ہے؟ ایسا سب کچھ کیوں......؟

اس لیے کہ جب ہم نے اپنے پروردگار کے اوامر کا احترام چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں سے ہمارا رعب ختم کر دیا۔ اگر ہم اپنے ربّ کا حکم مانتے تو آج ہمیں ان ذلتوں سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ اگر ہم سیرتِ نبوی ﷺ کو اپنے رستے کا چراغ بناتے تو آج خوف وسراسیمگی کی یہ خوف ناک حالت ہم پر طاری نہ ہوتی۔ پیغمبر ﷺ نے ہمارے مرض کی تشخیص چودہ سو سال پہلے کر کے اس کا علاج بھی بتا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

إذا تبايعتم بالعينة و أخذتم أذناب البقر و رضيتم بالزرع و تركتم الجهاد سلّط الله عليكم ذلا ، لا ينزعه حتى ترجعوا إلىٰ دينكم ---[ابوداود:۳۴۶۲]

''جب تم کاروبار میں بیع عینہ (سود کی ایک قسم، بیع کی ایک ایسی قسم جس میں کوئی شے ایک خاص وقت تک ادھار بیچی جائے، پھر وہ شے کسی بہانے کم قیمت پر خریدی جائے) کا معاملہ کرنے لگو گے اور بیل کی دمیں پکڑے کھیتی باڑی میں مگن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلت ورسوائی میں گرفتار کر دے گا اور تم ذلت و رسوائی کی اس اتھاہ وادی سے اس وقت تک نکل نہیں سکو گے جب تک دین کی طرف پلٹ نہیں آ ؤ گے''---

اپنے ماضیٔ رفتہ کو یاد کرو، جب مسلمان عزت دار تھے، جب ایک مظلوم عورت کی آواز: 'وا اِسلاماہ' پر معتصم نے اس کی مدد کے لیے لشکر روانہ کیا، اس عظمتِ رفتہ کو یاد کرو جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاہِ روم کو خط لکھتے ہوئے اسے 'اے روم کے کتے!' کے الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ آج ہم ذلت کے گھونٹ پی رہے ہیں، ہمارے احساسات مردہ ہو گئے، ہمارے جذبات سرد پڑ گئے، گائے کے بیوپاری آج ہمارے پیغمبر ﷺ کا مذاق اُڑا رہے ہیں، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ہم بائیکاٹ کے پمفلٹ ہاتھ میں لیے ان سے معذرت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

کون سی معذرت؟ اس سے بڑھ کر کوئی بے بسی ہوگی کہ ہم ظلم پر ان سے معذرت کے

خواست گار ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ ہم نے ذلت کا لباس پہن لیا ہے......!!

لوگو! اب مسئلہ ڈیری مصنوعات کے بائیکاٹ کا نہیں، یہ تو ہماری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ اب ہمیں موت و حیات میں سے کسی ایک کے انتخاب کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ! تاریخ ہمارے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی؟ مستقبل کا مؤرخ ہمارے بارے میں لکھے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی تھی۔

ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی شان اور عظمت کیا ہے اور ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پس پردہ کیا محرکات اور مقاصد کارفرما ہیں اور محبینِ رسول اللہ ﷺ کا کیا کردار ہونا چاہیے......؟

رحمۃ للعالمین پیغمبر ﷺ

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾---

جس نے اس رحمت کو قبول کیا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوا اور جس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس نے اپنی دنیا و آخرت کو برباد کیا۔

✦......صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے حدیث ہے، کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے خلاف بددعا (دعائے ضرر) کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إني لم أُبعث لعّانًا و إنما بعثتُ رحمة---[مسلم:۲۵۹۹]

''مجھے بددعا دینے والا نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے''---

✦......ایک حدیث میں ہے:

أنا رحمة مهداة---[مستدرک حاکم، جلد۱، صفحہ۹۱]

''مجھے رحمت کا تحفہ دے کر بھیجا گیا ہے''---

✦......آپ ﷺ کی رحمت صرف انسانوں پر محدود نہیں تھی، بلکہ حیوان بھی اس ابرِ رحمت سے محروم نہ رہے۔ سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، ہم ایک درخت کے قریب سے گزرے، وہاں پر ایک چڑیا کو اپنے بچوں کے ساتھ گھونسلے میں دیکھا، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا۔ پیغمبر رحمت ﷺ چڑیا پر اس ظلم کو برداشت نہ کر سکے اور بچوں کو واپس رکھنے کا حکم دیا، اس لیے کہ وہ دنیا میں عدل و انصاف کا بول بالا

کرنے آئے تھے۔ افسوس! ایسے خوب صورت مناظر سے ظالموں کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ سیدالابرار ﷺ کی زندگی کے یہ بے مثل واقعات ان کی نظروں سے کیوں اوجھل ہو گئے!!

✦......زید بن ارقم ؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے، کسی دیہاتی نے ایک ہرنی کو جنگل سے پکڑ کر باندھ رکھا تھا۔ جب ہم وہاں سے گزرے تو دیکھا کہ ایک ہرنی وہاں بندھی ہوئی ہے۔ ہرنی نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو شکوہ کناں ہوئی کہ یہ دیہاتی مجھے جنگل سے شکار کر کے لے آیا ہے، میرے تھنوں کا دودھ مجھ پر گراں ہو گیا ہے، مجھے آزاد کر دیں کہ میں اپنے بچوں کے پاس چلی جاؤں اور میرے دودھ سے مجھے آرام مل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو کیا تو اکیلی چلی جائے گی؟---

اس نے کہا، ہاں چلی جاؤں گی---

اسی دوران وہ دیہاتی بھی آ گیا، جس نے اسے باندھ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے اس سے کہا:

کیا اس ہرنی کو بیچو گے؟---اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم ؓ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے صحرا میں اس کو آواز لگاتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہی تھی:

لا إلـــه إلا الله محمـــد رســـول الله---

حضرت اُمّ سلمہؓ اور دیگر صحابہ ؓ سے اس کے اور طرق بھی ہیں۔

یہ نبیٔ رحمت کہ انسان تو انسان، حیوان بھی آپ ﷺ کی رحمت و شفقت سے فیض یاب ہوئے، ایسے پیغمبر کی ایسی فحش تصاویر اور خاکے بنانا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ یہ آپ ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ ﷺ کے حسین و جمیل سراپا کے ساتھ انتہائی بھونڈا مذاق ہے۔

✶......حضرت جابر بن سمرہ ؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں کی ایک خوب صورت رات کو سرخ لباس میں ملبوس دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے کی چمک کے سامنے چاند کی روشنی بھی ماند پڑ گئی تھی۔

✶......جب نبی ﷺ کو کوئی خوشی ہوتی تو آپ ﷺ کا چہرہ چمک اُٹھتا اور یوں محسوس ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ (حضرت کعب ؓ)

✶ ......ربیع بن معوذ نے محمد بن عمار بن یاسر سے کہا:

✶ ......اگر آپ نبی ﷺ کو دیکھ لیتے تو پکار اٹھتے کہ سورج اپنے برجوں سے طلوع ہو رہا ہے"---

✶ ......قد نہ زیادہ لمبا تھا، نہ پست۔(حضرت انس رضی اللہ عنہ)

✶ ......رنگ سفید سرخی مائل اور آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

✶ ......سفید حصے میں سرخ ڈورے، آنکھوں کا خانہ لمبا، قدرتی سرگیں اور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح گولائی مائل تھا۔

آپ ﷺ کا روئے زیبا کتنا خوب صورت اور حسین و جمیل تھا......!!

✶ ......اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر دنیا کی آدھی خوب صورتی دی گئی تو ہمارے نبی ﷺ کو پوری دنیا کا حسن عطا کیا گیا۔اُردو(؟) کا شاعر کہتا ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

✶ ......حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیشانی کشادہ، ابرو خم دار، باریک اور گنجان، دونوں جدا جدا، دونوں کے درمیان ایک رگ کا اُبھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا، ناک بلندی مائل، اس پر نورانی چمک۔دندان مبارک باریک، آب دار، سامنے کے دو دانتوں میں خوش نما ریخیں، جب تکلم فرماتے تو دانتوں سے چمک سی مہکتی۔[ابن عباس، انس]

✶ ......سر اور ریش کے بال گھنے اور گنجان تھے، آپ ﷺ نے کبھی اپنی داڑھی نہیں منڈائی اور داڑھی چھوڑنے کا حکم دیا اور اسے منڈانے سے منع فرمایا۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"(یہود و نصاریٰ) کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو"---[ابوداؤد:۴۰۳۱]

لیکن افسوس! آج ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت اچھی نہیں لگتی......!!

✶ ......آپ ﷺ کے بال قدرے خم دار، نہ گھنگریالے اور نہ بالکل تنے ہوئے۔[انس]

✶ ......گنجان، کبھی کبھی کانوں کی لو تک لمبے، کبھی شانوں تک۔[براء بن عازب]

✶ ......سر اور ریش مبارک میں سفید بال ۲۰ سے زیادہ نہیں تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا حسین سراپا دیکھتے اور دیکھتے ہی رہ جاتے۔

صحابہ کرام کی نبیٔ رحمت سے محبت

← صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اشتیاق کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا

ہے کہ آپ ﷺ ایک دفعہ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے، ایک صحابی کو سخت پریشان اور غم زدہ دیکھا تو اس کا سبب پوچھا، اس نے جواب دیا، مجھے ایک بات نے پریشان کر رکھا ہے کہ آج آپ ہمارے ساتھ موجود ہیں اور ہمیں آپ کی صحبت حاصل ہے اور آپ سے ملنے کا شوق فراواں ہے، لیکن جب ہم یا آپ ﷺ فوت ہو جائیں، ہم جنت میں ہوں گے اور آپ ﷺ جنت کے سب سے اعلیٰ درجہ میں، تو ہم آپ ﷺ کو کیسے دیکھ سکیں گے اور اگر ہم جہنم میں چلے گئے تو پھر کیا بنے گا؟ تو آپ ﷺ نے اپنے اس محبت کرنے والے کو خوش خبری سنائی کہ:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ---

''آدمی روزِ قیامت اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے''---

← ہمیں بھی رسول ﷺ سے حقیقی محبت ہے، کیوں کہ حبِ رسول ہی ایمان کا حصہ ہے:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب إلیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین---[صحیح بخاری:۱۵]

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں محمد ﷺ اسے اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں''---

و اللّٰہ ما طلعت الشمس و ما غربت إلا و حبک مقرون بانفاسی
و لا جلست بقوم أحدثھم إلا و أنت حدیثی بین جُلّاسی

''اللہ کی قسم! سورج کے طلوع و غروب میں ہر پل آپ کی محبت میرے سانسوں میں رواں ہے اور جب بھی میں کسی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو آپ ﷺ ہی میری گفتگو کا موضوع ہوتے ہیں''---

← صحیح مسلم کی حدیث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''آپ کی رنگت چمک دار تھی، آپ ﷺ چلتے تو پسینہ مبارک ایسے گرتا جیسے سرخ موتی گر رہے ہیں اور آپ ﷺ کی جلد حریر و ریشم سے زیادہ نرم تھی اور آپ ﷺ کے جسم کی خوشبو عنبر اور کستوری سے بھی زیادہ پیاری تھی''---

← ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور قیلولہ کے لیے لیٹ گئے اور آپ ﷺ کو قدرے زیادہ پسینہ آتا تھا۔ میری ماں اُمِّ سلیم آپ ﷺ کا پسینہ ایک

شیشی میں ڈالنے لگیں، نبی ﷺ بیدار ہوئے تو پوچھا: اُمّ سلیم کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں، یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے ہم اسے بطورِ خوشبو استعمال کریں گے۔

صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے:

← جنگِ بدر میں صفوں کی درستگی کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا، جس کے ذریعے آپ ﷺ صف سیدھی فرما رہے تھے کہ سواد بن غزیہ کے پیٹ پر، جو صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے، ہلکا دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا: سواد برابر ہو جاؤ۔ سواد نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنا پیٹ کھول دیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ سواد، آپ ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے پیٹ کو چومنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سواد! تجھے ایسا کرنے پر کس بات نے آمادہ کیا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ درپیش ہے، آپ دیکھ ہی رہے ہیں، شاید یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہو، تو میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ آخری ملاقات اس طرح ہو کہ میری جلد آپ ﷺ کی جلد سے چھو جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ دیکھیے! کائنات کا سپہ سالار اپنے آپ کو پورے لشکر کے سامنے قصاص کے لیے ایک سپاہی کے حوالے کر رہا ہے۔

← آپ ﷺ کی مہرِ نبوت کا تذکرہ کیے بغیر آپ ﷺ کی شخصیت مکمل نہیں ہو سکتی، جو آپ ﷺ کی کمر مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان تھی، بالکل ایسے جیسے کبوتر کا انڈہ۔ یہ جسم مبارک کے مشابہ تھی اور اس پر مسوں کی طرح تلوں کا جمگھٹ تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ اور نبوت کا نشان تھا، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں کیا ہے۔

اور بعض نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ نبی ﷺ کا دل حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا تو اس پر یوں مہر لگا دی گئی جس طرح کہ کستوری سے بھری ہوئی تھیلی کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ انسانیت کے ہادی اور معلم تھے، اللہ کی حدود کے معاملے میں انتہائی عادل اور سخت تھے، لیکن اپنی ذات کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اور رحم دل تھے۔ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

ایسے رحمت و شفقت کے مجسمہ اور حیادار پیغمبر ﷺ کے بارے میں ایسی حیا باختہ تصاویر اور خاکے بناتے ہوئے ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے تھی: ﴿قاتلهم الله انیٰ یؤفکون﴾---

جو تمام اعلیٰ انسانی کمالات کا حسین مرقع تھے اور دنیا کا کوئی انسان آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے ظلم و ستم کا جواب ایسی عظیم الشان دعوت سے دیا کہ کفر و شرک اور سرکشی کی تمام آندھیاں چھٹ گئیں۔ اور دنیا کو وہ درس دیا کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکا۔

← عیسائی بادشاہ ہرقل نے ابو سفیان سے پیغمبر ﷺ کا تذکرہ سننے کے بعد اس سے یہ کہا تھا کہ جو کچھ تم نے بتایا ہے، اگر وہ سچ ہے تو یہ شخص جلد میری ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک بن جائے گا، اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

← نبی ﷺ صرف قریش اور جزیرۂ عرب کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے، بلکہ پوری کائنات ارضی کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے۔ بچپن سے چالیس سال تک آپ کی زندگی تقویٰ اور عفت کی اعلیٰ مثال اور چالیس سال سے وفات تک دعوت و جہاد کا عملی نمونہ۔ گویا بچپن سے وفات تک آپ کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس داعیٔ برحق کے نقشہ زندگی کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا:

﴿لَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾---[یونس:۱۶]

وہ شخص جس نے چالیس سال تک کسی سے جھوٹ نہیں بولا، ساری کسوٹیوں پر اپنے آپ کو کھرا ثابت کیا، کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اس کے بعد وہ اللہ پر جھوٹ باندھے گا؟ نہیں نہیں، بلکہ کفار مکہ خود ہی اپنی عقل کے دشمن بن گئے تھے۔ مفاد اور تعصبات نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا۔

← اور پھر جب نبوت کا بھاری بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈال دیا گیا، آپ ﷺ شدید خوف کی حالت میں حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، تو اس وقت آپ کی زندگی اور کردار سے واقف وہ خاتون پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتی ہے:

''بخدا! اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصائب پر مدد کرتے ہیں''---[صحیح بخاری:۳]

پورا واقعہ معلوم کرنے کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل

کے پاس لے گئیں جو دورِ جاہلیت میں عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے اور انجیل کے عالم تھے۔

حضرت خدیجہ سے پوری بات سننے کے بعد سینے کہ وہ بوڑھا اور آنکھوں سے نابینا انسان رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے: 'یقیناً یہ اِس اُمت کا نبی ہے' اور پھر رسول ﷺ کو مخاطب کر کے کہا:

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا''---

← پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کا سر پکڑ کر اسے بوسا دیا اور کہا، کاش! میں اس وقت توانا اور زندہ ہوتا جب آپؐ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ نے فرمایا: اچھا تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا، جیسا آپ لائے ہیں تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے آپ کا زمانہ پالیا تو آپ کی زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہوگئے۔ [صحیح بخاری:۳]

پھر جب ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ﴾ آیات نازل ہوئیں اور قوم کا یہ چمکتا ہوا ہیرا اور صادق و امین کا لقب پانے والا اللہ کا یہ پیغمبر دینِ الٰہی کی دعوت لے کر کھڑا ہوا تو زمانہ کی آنکھوں کا رنگ ڈھنگ بدل گیا۔ مخالفتوں کے طوفان اُٹھے، نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سنگین عذابوں سے گزرنا پڑا۔ آلِ یاسر پر جو بیتی تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔

یہ سب کچھ اس لیے برداشت کیا گیا کہ انسانیت شرک کی وادی سے نکل آئے۔ حتیٰ کہ جب کفارِ مکہ کی سختیاں اور تشدد حد سے گزر گیا تو آپ ﷺ کو اپنے ساتھیوں کو ہجرت کا حکم دینا پڑا۔

← لیکن آپ مکہ میں کفار کے ظلم و ستم کے مقابلے میں پہاڑ بن کر کھڑے ہوگئے، ظلم و ستم کی آندھیاں اُٹھیں اور گزر گئیں لیکن آپ کے قدموں میں ہلکی سے لغزش بھی پیدا نہ کر سکیں اور آپ ﷺ نے ﴿وَجَاھِدْھُمْ بِهٖ جِھَادًا کَبِیْرًا﴾ کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

← جب کفار کی تمام تدابیر ناکام ہوگئیں تو اُنہوں نے آپ کو عرب کی حسین و جمیل عورت، بادشاہت اور مال و زر کا لالچ دیا۔ جب یہ سازش بھی ناکام ہوگئی تو اُنہوں نے دھمکیاں دیں لیکن آپ نے عزیمت مجاہدانہ سے سرشار ہو کر یہ جواب دیا:

''خدا کی قسم! یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر چاہیں کہ اس مشن کو چھوڑ دوں تو میں اس سے باز نہیں آ سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

اس مشن کو غالب کر دے یا میں اس جدو جہد میں کام آ جاؤں‘‘---

← پھر ابو طالب اور مونس و غم گسار بیوی حضرت خدیجہ کی وفات کا سالِ اندوہ اور اس کے بعد طائف میں آپ پر جو گزری، وہ بقولِ حضرت عائشہ صدیقہ آپ ﷺ کی زندگی کا اندوہ ناک دن تھا۔ جب آپ ﷺ نے طائف کے سرداروں کو دعوت دی تو ایک بد بخت نے کہا، اگر واقعی اللہ نے ہی آپ کو بھیجا ہے تو پس وہ کعبہ کا غلاف نچوانا چاہتا ہے۔ دوسرے نے تمسخر اُڑاتے ہوئے کہا، کیا رب کو تمہارے علاوہ رسالت کے لیے کوئی اور موزوں آدمی نہیں ملا اور تیسرے نے کہا، اللہ کی قسم! میں تجھ سے بات تک نہیں کرنا چاہتا۔ آپ ﷺ نے صبر و ثبات اور تحمل سے یہ سارے تیر برداشت کیے۔

← پھر اُنہوں نے بازاری لونڈوں اور غلاموں کو آپ کے پیچھے لگا دیا، وہ آپ کو گالیاں دیتے، ٹخنے کی ہڈیوں پر پتھر مارتے، آپ نڈھال ہو جاتے تو بیٹھ جاتے۔ جوتیاں خون سے بھر گئیں تو آپ نے بالکل بے دم ہو کر ایک باغ میں پناہ لی۔

اِسی عالم میں قرنِ منازل کے پاس جبرائیل حاضر ہوئے اور عرض کیا: پہاڑوں کا نگران فرشتہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہے، اگر آپ چاہیں تو وہ اس ظالم قوم کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دے۔ اس وقت نبی رحمت ﷺ نے جو الفاظ ارشاد فرمائے، اس میں آپ ﷺ کی یگانہ روز شخصیت کی ایک جھلک اور آپ کے اخلاقِ عظیم کا جلوہ دیکھا جا سکتا ہے۔ فرمایا:

’’نہیں، بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عز و جل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا
جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی‘‘---

اے پیغمبر کی توہین کرنے والو! مکہ اور اس کے باشندوں سے پوچھو، طائف اور
اس کے پہاڑوں سے سوال کرو کہ اس محسن انسانیت ﷺ نبی کی عظمت کیا ہے؟---

اللہ کی قسم! زبان و قلم کی وسعتیں، مدتوں کی زمزمہ خوانیاں اور دفتروں کے دفتر بھی آپ کی عظمت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ کوئی بڑے سے بڑا سیرت نگار، پیغمبر ﷺ کی سیرت نگاری کا حق ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کوئی بڑے سے بڑا زور آور قلم بھی اس ہستی کے تذکرہ کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا یارا نہیں رکھتا......!!

چنانچہ جب کفارِ مکہ کی اذیت ناکیاں اور توہین آمیزیاں حد سے بڑھ گئیں تو حق تعالیٰ کی

طرف سے یہ اعلان ہوا:

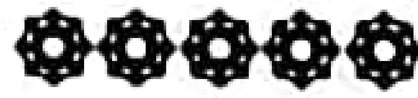
﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾---[الانعام:۱۰]

''اے نبی! تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا جاچکا ہے، مگر ان مذاق اُڑانے والوں کو اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے''---

﴿وَ لَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ......﴾---[الانعام:۳۴]

''تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور ان اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، اُنہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی، اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے''---

اور آج اس توہین آمیزی کے مرتکب افراد خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور وہ اپنے انجامِ بد سے بچ نہیں سکیں گے۔ اور یہ اللہ کی طرف سے ہمارے ایمان اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت کا امتحان ہے کہ ہم نے اتباعِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ میں کیا کردار ادا کیا......!!



وفیات

گزشتہ دنوں:

مولانا قاری محمد عبداللہ نوری، دیپال پور کے ماموں عبداللطیف نوری---

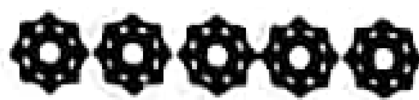
مولانا حافظ طارق محمود سعیدی، مدرس دارالعلوم کے قریبی عزیز---اور

چودھری محمد لطیف، حاجی محمد زاہد، بصیر پور کے بھائی چودھری سعادت علی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

عید میلاد النبی پر مفتی جمہوریہ مصر کا فتویٰ

بسم الله الرحمن الرحيم



جمهورية مصر العربية
وزارة العدل
دار الإفتاء المصرية

﴿ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النحل ٤٣)

(الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا محمد رسول الله وعلى آله وصحبه ومن تبعه بإحسان إلى يوم الدين)

اطلعنا على الطلب المقدم من / حافظ غلام انور – المقيد برقم ٩٤٣ لسنة ٢٠٠٦م المتضمن السؤال عن حكم الاحتفال بالمولد النبوي الشريف .

الجـــــــــــواب

المولد النبوي الشريف إطلالة للرحمة الإلهية بالنسبة للتاريخ البشري جميعه ؛ فلقد عبر القرآن الكريم عن وجود النبي صلى الله عليه وآله وسلم بأنه " رحمة للعالمين " . وهذه الرحمة لم تكن محدودة ، بل تشمل تربية البشر وتزكيتهم وتعليمهم وهدايتهم نحو الصراط المستقيم وتقدمهم على صعيد حياتهم المادية والمعنوية . كما أنها لا تقتصر على أهل ذلك الزمان بل تمتد على امتداد التاريخ بأسره ﴿ وَءَاخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا۟ بِهِمْ ﴾ (الجمعة ٣) .

والاحتفال بذكرى مولد سيد الكونين وخاتم الأنبياء والمرسلين نبي الرحمة وغوث الأمة سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم من أفضل الأعمال وأعظم القربات ؛ لأنها تعبير عن الفرح والحب للنبي صلى الله عليه وآله وسلم . ومحبة النبي صلى الله عليه وآله وسلم أصل من أصول الإيمان ، وقد صح عنه أنه صلى الله عليه وآله وسلم قال : « لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين » رواه البخاري .

قال ابن رجب : " محبة النبي صلى الله عليه وآله وسلم من أصول الإيمان ، وهي مقارنة لمحبة الله عز وجل ، وقد قرنها الله بها ، وتوعد من قدم عليهما محبة شيء من الأمور المحببة طبعا من الأقارب والأموال والأوطان وغير ذلك .

فقال تعالى : ﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ﴾ (التوبة ٢٤) . ولما قال عمر للنبي صلى الله عليه وآله وسلم : يا رسول الله ، لأنت أحب إلي من كل شيء إلا من نفسي ، قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم : « لا والذي نفسي بيده ، حتى أكون أحب إليك من نفسك » . فقال له عمر : فإنه الآن والله لأنت أحب إلي من نفسي . فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم : « الآن يا عمر » . رواه البخاري " اهـ



Web Site http://www.dar-alifta.org ... Email ...

وإذا كان الله تعالى يخفف عن أبي لهب - وهو من هو كفرا وعنادا ومحاربة لله ورسوله - بفرحه بمولد خير البشر بأن يجعله يشرب من نُقرة من كَفّه كل يوم اثنين في النار ؛ لأنه أعتق مولاته ثويبة لما بشرته بميلاده الشريف صلى الله عليه وآله وسلم كما جاء في صحيح البخاري ، فما بالكم بجزاء الرب لفرح المؤمنين بميلاده وسطوع نوره على الكون !

وقد سن لنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بنفسه الشريفة جنس الشكر لله تعالى على ميلاده الشريف . فقد صح أنه كان يصوم يوم الاثنين ويقول : « ذَلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ » رواه مسلم من حديث أبي قتادة رضي الله عنه . فهو شكر منه عليه الصلاة والسلام على منة الله تعالى عليه وعلى الأمة بذاته الشريفة . فالأولى بالأمـة الائتـسـاء به صلى الله عليه وآله وسلم بشكر الله تعالى على منته ومنحته المصطفوية بكل أنواع الشكر ، ومنها الإطعام والمديح والاجتماع للذكر والصيام والقيام وغير ذلك . وكل ماعون ينضح بما فيه . وقد نقل الصالحي في ديوانه الحافل في السيرة النبوية " سبل الهدى والرشاد في هدي خير العباد " عن بعض صالحي زمانه : أنه رأى النبي صلى الله عليه وآله وسلم في منامه ، فشكى إليه أن بعض من ينتسب إلى العلم يقول ببدعية الاحتفال بالمولد الشريف ، فقال له النبي صلى الله عليه وآله وسلم : " من فرح بنا فرحنا به " .

والله سبحانه وتعالى أعلم

عدمنا . محمد سليم . ١٠١ برقم ٢٠٤٦ / ١٢٠

بتاريخ ٦/٤/٢٠٠٦م

١١ ربيع أول ١٤٢٧هـ

أ . د / علي جمعة

مفتي جمهورية مصر العربية

٣ / ٤ / ٢٠٠٦م

Web Site : http: www.[illegible] .net
E-mail : [illegible]

مرسلہ: حافظ غلام انور صاحب، مصر
بشکریہ ماہنامہ معارف رضا، کراچی

جامعہ ازہر کے عظیم عالم اور مفتی اعظم مصر سماحۃ الشیخ ڈاکٹر علی جمعہ حفظہ اللہ تعالیٰ

کے

عید میلاد کے جواز پر فتویٰ کا ترجمہ

حافظ غلام انور کی طرف سے ۲۰۰۶ء میں پیش کیے گئے استفتاء نمبر ۹۴۳ پر ہم مطلع ہوئے، جو اس سوال پر مشتمل ہے کہ محافل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت پوری انسانی تاریخ کے لیے رحمت الٰہی کی برسات ہے، کیوں کہ قرآن کریم نے نبی کریم ﷺ کے وجود پاک کو 'رحمۃ للعالمین' سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ رحمت لامحدود ہے اور پوری انسانیت کی تربیت ونشو ونما، تزکیۂ نفس، تعلیم وتہذیب، صراط مستقیم کی طرف رہنمائی اور ان کی جسمانی اور روحانی زندگی کی ترقی پر مشتمل ہے۔ یہ رحمت اسی زمانہ والوں کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ آنے والے تمام زمانوں کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے:

﴿وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ﴾---[القرآن]

''اور بعد والے لوگوں میں بھی آپ کو مبعوث فرمایا''---

اور دونوں جہانوں کے سردار، خاتم الانبیاء والمرسلین، سراپا رحمت نبی اور اس امت کے فریادرس، ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر ولادت کی محافل آراستہ کرنا افضل الاعمال سے ہے اور قرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور خوشی کا اظہار ہے اور نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں''---

ابن رجب کا کہنا ہے:

نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کی جڑ ہے اور یہ اللہ ﷻ کی محبت سے پیوستہ ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے جوڑا ہے اور اس شخص کو وعید سنائی ہے جو ان دو محبتوں پر قریبی رشتہ داروں، مال و دولت اور وطن وغیرہ جیسے طبعی طور پر محبوب چیزوں میں سے کسی کی محبت کو مقدم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تو کہہ دے، اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتے دار، تمہارے کمائے ہوئے مال، کاروبار، جس میں خسارہ کا تمہیں دھڑکا لگا رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷻ و ﷺ) اور اس کے رستہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لائے''---[التوبہ]

اور جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک سے کہا:

''یارسول اللہ! یقیناً آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں''---

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (تیرا ایمان کامل نہیں ہو گا) حتیٰ کہ میں تجھے تیری جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤں''---

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی:

''اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں''---

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے عمر! اب (تیرا ایمان مکمل ہے)---[بخاری]

اور جب اللہ تعالیٰ ﷻ، خیر البشر ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے سے ابولہب جیسے کافر اور اللہ اور رسول اللہ (ﷻ و ﷺ) سے بغض رکھنے والے مخالف کے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے کہ دوزخ میں ہر پیر کے دن اسے اس کی ہتھیلی سے مشروب پلاتا ہے، کیوں کہ اس نے اپنی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا، جب اس نے آپ ﷺ کے میلاد شریف کی خوش خبری دی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں وارد ہوا ہے، تو تمہارا کیا خیال ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت اور کائنات پر آپ ﷺ کے نور کی جلوہ گری کے سلسلہ میں ایمان داروں کی خوشی منانے کی وجہ سے رب تعالیٰ انھیں کیسی جزا دے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود اپنے میلاد شریف پر کسی بھی طور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کو ہمارے لیے سنت بنا دیا، کیوں کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے اور فرماتے:

"یہ وہ دن ہے، جس میں میری ولادت ہوئی"---

اسے مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

تو یہ روزہ آپ ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر شکر ہے جو اس نے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے آپ ﷺ اور ساری امت پہ کیا۔ تو امت کے لائق یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس احسان اور عطیۂ مصطفیٰ ﷺ پر ہر قسم کے شکر بجائے لائے۔

اور شکر کے ہی مختلف اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ کھانا کھلایا جائے، آپ کی مدحت سرائی کی جائے، ذکر کے لیے اجتماع کیا جائے، روزے رکھے جائیں، قیام وغیرہ کیا جائے اور کسی بھی برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

اور صالحی نے سیرتِ نبویہ پر اپنی کتاب 'سبل الهدیٰ و الرشاد فی هدی خیر العباد' میں اپنے جامع دیوان میں اپنے زمانے کے بعض صالحین سے نقل فرمایا ہے کہ انھیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ کچھ نام نہاد عالم کہتے ہیں کہ محفل میلاد شریف منانا بدعت ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

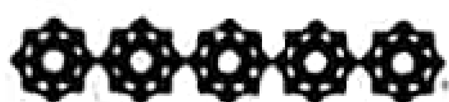
"جو ہم سے خوش ہوتا ہے، ہم اس سے خوش ہوتے ہیں"---

و اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

ڈاکٹر علی جمعہ، مفتی جمہوریہ عربیہ مصر

ترجمہ منجانب: ادارہ نور الحبیب، بصیر پور

مترجم: مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری



منکرین میلاد کو دعوت فکر

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں، جو دولت کے زور پر مسلمانوں کے عقیدے بدلنے میں جتے ہوئے ہیں۔ اُن میں تکفیری فرقے کے کارکن سب سے آگے ہیں، جو سادہ لوح مسلمانوں کو دین کے نام پر بے دین بنانے میں مصروف ہیں، کبھی ذکرِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے روکنے کے لیے محافلِ نعت ومیلاد کو بدعت کہتے ہیں، کبھی روضۂ رسول کی نیت سے سفر کو شرک اور حرام قرار دیتے ہیں، یونہی شفاعت سے انکار کرتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آخری رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو مردہ، بے خبر، بے اختیار اور مجبور محض کہتے ہیں، وسیلہ اور تعظیم اولیاء اللہ کو شرک بتاتے ہیں، عیدِ میلاد النبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے جلوسوں کو بدعت اور گمراہی کہتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کے معمولات پر بے شمار خود ساختہ اعتراضات گھڑتے ہیں، ایسے میں عام آدمی مذہبی لبادے میں ملبوس لوگوں کی ان باتوں سے تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔۔۔

ایسے سادہ لوح اہل ایمان کی راہنمائی اور سہولت کے لیے یہ چند سطور سپردِ قرطاس کی ہیں اور بعد ازاں کچھ سوالات باحوالہ ترتیب دیے گئے ہیں تا کہ نام نہاد مبلغین اسلام سے ان سوالات کے جوابات پوچھے جائیں، بس ان کے جوابات ہی سے ان کی حقیقت کھل جائے گی اور ہر شخص ان بہروپیوں کے فریب سے بچ سکے گا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ صبحِ حشر تک (سوائے ٹال مٹول اور گالیوں کے) کبھی جواب نہیں ملے گا، تاہم قارئینِ کرام خود غور فرمائیں کہ ماضی میں بھی سچے مسلمانوں کو کچھ لوگ مشرک، کافر اور بدعتی کہتے آئے ہیں، وہ لوگ کون تھے؟ اور آج والے ان ''کافر گروں'' سے کیا تعلق رکھتے ہیں۔

باراں وفات نہیں بارہ ربیع الاوّل عید میلاد النبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام

عوام ایک بے احتیاطی کا شکار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور وفات بارہ ربیع الاوّل ہی کو ہے، حالانکہ اکابرین نے تحقیق کے بعد بتایا کہ ولادت باسعادت بارہ ربیع الاوّل شریف کو ہوئی اور وصال ''دو'' ربیع الاوّل کو ہوا، صرف چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

مشہور مفسر، محدث اور مؤرخ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: آپ کا وصال ۲/ ربیع الاوّل، پیر کو ہوا۔

[البدایۃ و النھایۃ، مطبوعہ کراچی، جلد دوم، صفحہ ۵۳۱]

علامہ محمد بن سعد کی تحقیق ہے کہ: محمد بن قیس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ۱۹/ صفر ۱۱ھ، چہار شنبہ (بدھ) کو بیمار ہوئے، آپ ۱۳ رات بیمار رہے اور آپ کا وصال ۲/ ربیع الاوّل ۱۱ھ، یوم دوشنبہ (پیر) ہوا [طبقات ابن سعد، مطبوعہ کراچی، جلد دوم، صفحہ ۳۱۶] صدیق حسن بھوپالی، شیخ اشرفعلی تھانوی، ابوالکلام آزاد، ۱۲/ وفات کو درست نہیں سمجھتے، ممتاز سکالر ڈاکٹر حمید اللہ بھی ۲/ ربیع الاوّل کو یوم وصال قرار دیتے ہیں۔ [دائرہ معارف اسلامی جامعہ پنجاب، جلد ۱۹، صفحہ ۶۷]

۱۲/ ربیع الاوّل عید کا دن

ابن جزار نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں (۹ویں) تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے۔ [مفتی محمد شفیع دیوبندی، سیرت خاتم الانبیاء، صفحہ ۸]

بارہ ربیع الاوّل کو یوم میلاد النبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم کرنے والوں کی طویل فہرست سے چند حوالے ملاحظہ ہوں:

عالم اسلام کی معتبر شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سیرت الرسول، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۱۴، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ما ثبت بالسنۃ، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۹۸، علامہ ابن جوزی، بحوالہ الوفا، مطبوعہ لائل پور، جلد اوّل، صفحہ ۹۰، ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، مطبوعہ دہلی، جلد اوّل، صفحہ ۱۸۲، نواب صدیق حسن غیر مقلد، الشمامۃ العنبریۃ، مطبوعہ دہلی، صفحہ ۱۷، شیخ اشرفعلی تھانوی، نشر الطیب، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۸، سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم، مطبوعہ لاہور، جلد دوم، صفحہ ۹۳، شیعہ عالم ملا باقر مجلسی، جلاء العیون، مطبوعہ لاہور، جلد اوّل، صفحہ ۲۷، حیات القلوب، مطبوعہ لاہور، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲، شیخ ابن عبدالوہاب نجدی، مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۹، علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی، سبل الھدیٰ و الرشاد، مطبوعہ جدہ، جلد اوّل، صفحہ ۳۴۴۔

ساری دنیا کے مسلمان ولادت مصطفی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا جشن مناتے تھے

علامہ ابن جوزی کا بیان ہے، مسلمان مکہ و مدینہ، مصر و شام، یمن اور تمام عالم اسلام ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہی دھوم دھام سے محافل میلاد منعقد کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بھر پور خوشیاں مناتے ہیں۔ [المیلاد النبوی، مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۸]

مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی منانا خوش نصیبی کی علامت ہے۔

[شواھد النبوۃ، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۴۷]

اہل حدیث عالم صدیق حسن بھوپالی کا جوشیلا فتویٰ دیکھیے، جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

[الشمامۃ العنبریۃ، مطبوعہ دہلی، صفحہ ۱۲]

۳۰/ سوالات

اب ترتیب وار سوالات ملاحظہ فرمائیں، ان میں سے کچھ سوالات از مولانا اسرار الحسنین قادری منقول ہیں:

۱ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق (ولادت) کا تذکرہ نہیں فرمایا؟

[البقرۃ، آیات: ۳۰ تا ۳۹/ الحجر، آیات: ۲۶ تا ۳۵]

۲ کیا حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق (پیدائش) کے دن

جمعہ مبارک کو سب سے افضل دن قرار نہیں دیا؟ [صحیح مسلم، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۲۹۸-۲۹۹، حدیث نمبر ۱۹۷۶-۱۹۷۷، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، صفحہ ۲۸۲]

۳ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا قرآن مجید میں واضح بیان نہیں فرمایا؟ [الانعام، آیات: ۷۴ تا ۸۳]

۴ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن پاک سورہ قصص، آیت ۷ سے آیت ۱۴ میں سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ولادت کا تفصیلی بیان نہیں فرمایا؟

۵ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ اور سیدنا یحییٰ علیہما السلام کی ولادتوں کے تذکار جمیلہ سے اہل ایمان کو آشنا نہیں کیا؟ [آل عمران، آیات: ۳۸ تا ۵۰ / مریم، آیات: ۱ تا ۱۵]

۶ کیا تم سورہ آل عمران میں سیدہ مریم علیہا السلام کی ولادت مقدسہ کا ذکر نہیں پڑھتے؟ [آل عمران، آیات: ۳۴ تا ۳۷]

۷ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری کا حسین وجمیل تذکرہ انبیاء ورسل علیہم السلام کی جماعت کے سامنے کمال تزک واحتشام سے نہیں فرمایا؟؟؟ [آل عمران، آیت: ۸۱]

۸ کیا سیدنا مسیح ناصری علیہ السلام نے ہمارے آقا ومولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد وجلوہ آرائی کی خوش خبری نہیں دی؟ [الصّف، آیت: ۶]

۹ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کا قرآن مجید میں حکم نہیں دیا؟ [مریم، آیات: ۱۶، ۵۴، ۵۶ / صٓ، آیات: ۱۷، ۴۱، ۴۵]

۱۰ کتب احادیث وسیر میں حضور اکرم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد مبارک کے تذکرے بیان فرمانے والے بزرگ کون ہیں؟ کیا وہ صحابہ کرام نہیں؟

تفصیلات کے لیے دیکھیے:

صحیح بخاری/ صحیح مسلم/ جامع ترمذی/ سنن نسائی/ سنن ابن ماجہ/ سنن ابوداؤد/ مصنف عبدالرزاق/ المحلی / المغنی/ مسند احمد/ شمائل ترمذی/ شمائل بغوی/ ما ثبت بالسنۃ/ مسند امام شافعی/ مسند امام زید/ مشکوٰۃ/ فتح الباری/ تیسیر الباری/ اکمال المعلم/ فردوس الاخبار/ نیل الاوطار/

زجاجة المصابیح / اشعة اللمعات/ مسند طیالسی/ المدونة الکبریٰ/ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ/ مسند امام طحاوی/ مسند امام اسحاق ابن راھویہ/ سنن کبریٰ للبیھقی/ المستدرک للحاکم/ مسند ابی عوانہ/ کنز العمال/ عقود الزبرجد/ المقاصد الحسنة/ المطالب العالیة/ صحیح ابن خزیمہ/ المجالسة و جواھر العلم/ الاحادیث القدسیة / تلخیص الحبیر/ نسیم الریاض/ الانوار فی سیرة النبی المختار/ سبل الھدیٰ و الرشاد / اسماء النبی الکریم/ مختصر سیرۃ الرسول از ابن عبد الوہاب/ جواھر البحار/ النبی الاطھر از ابن جوزی/ شواھد النبوة/ کتاب الشفاء/ رحمۃ للعالمین از قاضی منصور پوری/ الرحیق المختوم از مبارک پوری/ سیرۃ النبی ابن ہشام/ سیرۃ رسول اکرم از مفتی محمد شفیع دیوبندی/ محسن انسانیت از نعیم صدیقی/ المواھب اللدنیة/ المواھب المحمدیة/ الروض الانف/ شرح العلامة الزرقانی/ شرف المصطفیٰ نیشاپوری/ مدارج النبوۃ/ حیات محمد از ہیکل/ خصائص الکبریٰ/ المیلاد النبوی ابن جوزی/ البرھان القوی فی میلاد النبی/ آب حیات از نانوتوی/ محمد رسول اللہ اور وصایا الرسول از عطیہ محمد سالم۔

نعوذ باللہ کیا یہ سب محدثین، اولیائے کرام اور عظیم سیرۃ نگار شخصیات بدعتی اور گمراہ تھیں؟

۱۱ کیا حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں تشریف آوری اللہ کا فضل ورحمت نہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے فضل ورحمت پانے والوں کو جشن منانے کا حکم نہیں دیا؟ [یونس، آیت: ۵۸]

۱۲ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی طرف سے عطا فرمودہ نعمتوں اور احسانات کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا؟

[آل عمران، آیت: ۱۰۳/ المائدۃ، آیت: ۷/ الاعراف، آیت: ۶۹/ الضحی، آیت: ۱۱]

کیا حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پاک کا فضل ورحمت نہیں؟ کیوں نہیں، ہیں اور یقیناً ہیں، پھر آپ کی آمد کا جشن کیوں نہ منایا جائے؟

۱۳ کیا حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ہر پیر کے دن روزہ نہیں رکھتے تھے، پوچھنے پر فرمایا! اس دن میری ولادت ہوئی، کیا آپ کا یہ عمل امتیوں کے لیے دلیل نہیں؟

[صحیح مسلم، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۴۱۱، حدیث نمبر ۲۷۵۰، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، صفحہ ۳۶۸]

۱۴ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت پاک کے واقعات

بیان نہیں کرتے تھے، تو بعد میں آنے والوں کو کیسے معلوم ہوا؟ اگر بعد والوں کی معلومات کا ذریعہ ووسیلہ حضرات صحابہ کرام کے بیانات ہی ہیں، تو کیا اس سے یہ ثابت نہ ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تذکار میلاد شریف کرتے تھے اور ان کی ہر مجلس مجلس میلاد ہوتی تھی؟

۱۵ کیا منکرین؛ جشن عید میلاد النبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام؛ منانے کی ممانعت میں کوئی کمزور ترین روایت بھی دکھا سکتے ہیں؟

۱۶ محفل میلاد حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل، خصائل، شمائل اور اوصاف جمیلہ کے نظم ونثر میں بیان کرنے کا نام ہے۔ اگر ان کا بیان بدعت ہے تو پھر اسلام کسے کہتے ہیں؟

۱۷ راہ حق میں قتل کیے جانے والے کو مردہ کہنے یا مردہ سمجھنے سے منع کیا گیا ہے، جو بدنصیب اپنے نبی کو مردہ کہے کیا وہ امر الٰہی قرآن مجید کا منکر نہیں؟

[البقرۃ، آیت:۱۵۴/ آل عمران، آیت:۱۶۹]

۱۸ جس ہستی پاک کا ذکر اللہ پاک، انبیائے کرام، فرشتے، آسمانی کتابیں، صحابہ کرام، محدثین، مفسرین، متکلمین، فقہاء، صلحا، اولیاء اللہ اور اکابر امت سے تواتر سے منقول آرہا ہو، کیا اس کا ذکر کرنے سے کوئی مسلمان مشرک ہو جائے گا یا اس ذکر سے روکنے والا؟ جب کہ پروردگار اس ذکر کو بلند فرماتا ہے۔ [الانشراح، آیت:۴]

۱۹ مسلمانوں کو مشرک کہنے کا کیا جواز ہے، جب کہ آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے دوٹوک الفاظ میں فرمادیا کہ؛ میرے بعد میری امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں؛ کیا فرمان پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اعتبار نہیں؟

[صحیح بخاری، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، صفحہ ۱۷۹]

۲۰ کیا مسلمانوں پر شرک کا پہلا فتویٰ صادر کرنے والے خارجی نہیں تھے؟

[فتح الباری، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۸۹]

۲۱ کیا حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فتنہ خوارج سے آگاہ فرماتے ہوئے اور ان کی نشانیاں بتاتے ہوئے فرمایا نہیں تھا؛ کہ، مومنو! تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں سے حقیر سمجھو گے، اپنے روزوں کو ان کے روزوں سے کم تر سمجھو گے، قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے

نیچے نہ اترے گا، وہ ایمان والے نہیں ہوں گے، ایمان ان سے ایسے نکل چکا ہوگا جیسے تیر شکار سے...... [صحیح بخاری، جلد ثانی، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۱۰۲۴] وہ مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگائیں گے، بت پرستوں کو نظر انداز کریں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے [تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ مصر، جلد ثانی، صفحہ ۲۶۵/ کنز العمال، مطبوعہ بیروت، جلد سوم، صفحہ ۳۹۲، حدیث نمبر ۸۹۸۵] نیز ارشاد ہے، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ان سے زیادہ عبادت میں مشقت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا...... سجدوں کی کثرت سے ان کے ماتھوں پر نشانات پڑے ہوئے تھے [فتح الباری، مطبوعہ قاہرہ، جلد ۱۲، صفحہ ۲۸۹] سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو اس لیے بدترین مخلوق قرار دیتے تھے کہ انہوں نے عادت بنا رکھی تھی کہ جو آیات کفار کے بارے میں اتریں، ان آیات کو اہل ایمان پر چسپاں کرتے تھے [صحیح بخاری، مطبوعہ کراچی، جلد ثانی، صفحہ ۱۰۲۴] ....غور فرمائیں کہ آج یہ ساری نشانیاں کن لوگوں میں پائی جاتی ہیں، ذرا منکرین میلاد کی کارستانیوں پر سوچیں یہ وہی لوگ نہیں؟

۲۲ حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت بالوجاہت، وسیلہ بعد وصال، روضہ مبارکہ سرور عالم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو شرک قرار دینے والے اور کرامات اولیاء کے منکر کون ہیں؟ [فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۱۱۶]

۲۳ اولیاء اللہ کی تعظیم و احترام کو شرک قرار دینے والے کون لوگ ہیں؟

[فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۱۱۴]

۲۴ میلاد شریف کے مواقع پر منعقد کیے جانے والے جلسوں اور جلوسوں کو بدعت اور حرام کہنے والے آئے دن جو ریلیاں اور کانفرنسیں کرتے ہیں اگر وہ جائز ہیں تو محافل میلاد اور جلوس کیوں جائز نہیں؟

۲۵ کیا یہ حدیث رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نہیں کہ اگر کسی نے اسلام میں کوئی اچھا عمل رائج کیا تو اس کے لیے اجر و ثواب ہے؟

[صحیح مسلم، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، صفحہ ۳۲۷، مطبوعہ بیروت، صفحہ ۳۵۷، حدیث نمبر ۲۳۵۱]

۲۶ حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ایک خطرے کا اظہار فرماتے ہیں کہ: مجھے تم پر

اس شخص کا ڈر ہے جو---اپنے پڑوسی پر شمشیر چلائے گا اور اس پر شرک کا الزام لگائے گا، آپ کے اردگرد موجود کس قماش کے بدنصیبوں کی طرف اشارہ ہے؟ [کنزالعمال، مطبوعہ بیروت، جلد۳، صفحہ۸۷۲/تفسیر ابن کثیر، مطبع المنار، مصر، ۱۳۴۵ھ، جلد۳، صفحہ۵۹۴]

۲۷ ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مساجد میں جمع ہوں گے، نمازیں پڑھیں گے حالانکہ ان میں کوئی بھی مومن نہیں ہوگا [مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم حدیث ۳۰۳۵۵، جلد ششم، صفحہ۱۶۳/مستدرک حاکم، جلد چہارم، صفحہ۴۸۹، رقم حدیث ۸۳۶۵] آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کن لوگوں کے بارے میں ہے؟

۲۸ ایک گستاخ شخص کے بارے میں سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے اس کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! نہیں، اس کی نسل سے ایسے (گستاخ) لوگ پیدا ہوتے رہیں گے، جو قرآن بہت ہی اچھا پڑھیں گے۔
[صحیح مسلم، مطبوعہ کراچی، جلد اوّل، صفحہ۳۴۱، مطبوعہ بیروت، صفحہ۳۷۲، رقم حدیث ۲۴۵۳]
اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ؛ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیا کریں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے اور یہ (آیات کا) غلط مطلب نکالیں گے۔ آج یہ علامت کن لوگوں میں پائی جاتی ہے؟

۲۹ بے شک تم میں ایسے لوگ ہوں گے جو عبادت کریں گے اور اپنی عبادت میں تندہی سے کام لیں گے یہاں تک کہ وہ لوگوں کو بھلے لگیں گے اور وہ خود بھی اپنے آپ (اور اپنی نمازوں) پر اترائیں گے حالانکہ وہ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جس طرح کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ [مسند امام احمد، مطبوعہ بیروت، جلد رابع، صفحہ۲۷، رقم حدیث ۱۲۴۷۵]
اس فرمان عالی شان کا مصداق کون ہیں؟

۳۰ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کن لوگوں کو بدترین اور جہنمی کتے کہا ہے؟

[مشکوٰۃ، مطبوعہ کراچی، صفحہ۳۰۹]



انوار الفقہ

افاضات سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز

میلاد اور گیارہویں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ گیارہویں کیوں مناتے ہیں اور میلاد میں سلام کیوں پڑھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے تو اپنی تعظیم کے لیے منع فرمایا ہے۔

(اور دوسرے خط میں سائل نے یہ زیادہ کیا کہ) پھر کھڑے ہو کر سلام کیوں پڑھتے ہو؟ بیسویں اور چالیسویں کی نیاز دلانی چاہیے یا نہیں؟ اور حضرت ابا بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہیں دلائی تھی۔

السائل: محمد الیاس خاں از کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

گیارہویں شریف اور بیسواں، چالیسواں، یہ سب صدقات نافلہ ہیں اور صدقات نافلہ کا استحباب واستحسان علی الاطلاق قرآن کریم کی آیات معکاثرہ اور احادیث متوافرہ سے ثابت ہے

اور مطلق اپنے اطلاق سے مقرر وغیر مقرر دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ تو جیسے غیر مقرر صدقات ان آیات واحادیث سے ثابت ہوتے ہیں، ایسے ہی مقررہ صدقات بھی ثابت ہوتے ہیں۔

تفسیر اتقان، جلد۲، صفحہ۳۱ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یَبْقَی الْمُطْلَقُ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ---

''مطلق اپنے اطلاق پہ باقی رہتا ہے''---

بلکہ مطلق قرآن کریم تو حدیث، خبر واحد اور قیاسِ مجتہد سے بھی مقید نہیں ہوسکتا۔ اصول الشاشی، صفحہ۹ میں ہے:

اِنَّ الْمُطْلَقَ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِذَا اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِاِطْلَاقِہٖ فَالزِّیَادَۃُ عَلَیْہِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَ الْقِیَاسِ لَا یَجُوْزُ---

''اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطلق حکم کے اطلاق پہ عمل کرنا ممکن ہو تو خبر واحد یا قیاس سے اس پر کوئی قید بڑھانا جائز نہیں ہے''---

تو ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف، بیسواں، چالیسواں جو صدقات مقررہ ہیں، وہ بھی دوسرے صدقات کی طرح مستحب و مستحسن ہیں، بلکہ صدقات معینہ مقررہ کا استحباب بھی بالخصوص قرآن کریم واحادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ الَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ---[المعارج:۲۴]

''اور وہ لوگ جن کے مالوں میں ایک معلوم حق ہے''---

تفسیر کبیر، جلد۲، صفحہ۲۱۲، تفسیر خازن، جلد۷، صفحہ۱۲۶ میں ہے:

وَ ذٰلِکَ بِاَنْ یُّوظِفَ الرَّجُلُ عَلٰی نَفْسِہٖ شَیْئًا مِنَ الصَّدَقَۃِ یُخْرِجُہٗ عَلٰی سَبِیْلِ النَّدْبِ فِیْ اَوْقَاتٍ مَعْلُوْمَۃٍ---

''اور وہ یوں کہ ایک آدمی اپنے اوپر مقرر کرلے کہ وہ استحبابی طریقے پر معلوم و متعین اوقات میں کچھ صدقہ کیا کرے گا''---

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صاف صاف ثابت کہ ایک صاحبہ خاص جمعۃ المبارکہ کے روز ان کی مخصوص جماعت کی ایک مخصوص طعام کے ساتھ دعوت کیا کرتیں، جس کا وقت بھی مخصوص ہی تھا، یعنی بعد از نماز جمعہ۔ صحیح بخاری، جلد۱، صفحہ۱۲۸ کے لفظ یہ ہیں:

كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ .... الحديث و مقاربة ايضاً فی جلدا، صفحہ ۳۱۶ وجلد ۲، صفحہ ۸۱۳---

''(حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں کھالوں (کے کنارے) پر چقندر کاشت کرواتی، پس جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ ان پودوں کی جڑیں کھینچ لاتی اور انہیں ہنڈیا میں ڈال (کر پکا) دیتی، پھر مٹھی بھر جو، جو اس نے پیس رکھے ہوتے، اس پر ڈال دیتی تو وہی چقندر کی جڑیں ہی اس طعام کا ہڈی دار گوشت ہوتا اور ہم نماز جمعہ سے لوٹتے تو وہ عورت وہی کھانا ہمارے پاس لاتی، جسے ہم مزے مزے سے کھاتے اور ہم جمعہ کے روز اس عورت کے اس کھانے کے متمنی رہتے اور اس کے ہم معنی حدیث صحیح بخاری کی جلدا، صفحہ ۳۱۶ اور جلد ۲، صفحہ ۸۱۳ میں بھی ہے''---

تو معلوم ہوا کہ تخصیص و تعیین کے ساتھ بھی نفلی صدقات میں کوئی حرج نہیں، بلکہ نیک کام کا بالدوام کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب پاک ﷺ کو بہت پیارا ہے۔ صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۹۵۷ میں ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ أَدْوَمُهُ وَ إِنْ قَلَّ---

''بے شک رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا ہے؟---فرمایا، جس میں دوام ہو (یعنی وہ عمل جسے زیادہ پابندی سے ہمیشہ کیا جائے) خواہ وہ تھوڑا ہی ہو''---

اسی صفحہ میں ہے:

أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه و سلم قَالَتْ[●]: الدَّائِمُ---

''کون سا عمل نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟---(سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا، ہمیشہ والا/ دوام والا عمل''---

[●]...... ای سیدتنا و امنا الصدیقة بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ...... منہ ۱۲

''یعنی ہماری ماں سیدتنا عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا نے''---

اسی مضمون کی حدیثیں صحاح ستہ وغیر ہا کتب معتمدہ حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان احادیث کے شان ورود امس وشمس کی طرح واضح کررہے ہیں کہ نفلی اعمال کا یہی حکم ہے، "كَمَا لَا يَخْفٰی عَلٰی مَن لَّهٗ اَدْنٰی مَسٍّ بِكُتُبِ الْحَدِيْثِ" جیسا کہ مخفی نہیں ہے اس پر کہ جسے کتب حدیث سے تھوڑا سا بھی مس ہے---

نیز یہ بھی پُر ظاہر کہ اس دوام کا یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ دن رات کی ہر ہر گھڑی اور پل میں ایک ہی نیک کام کرتا رہے، اس کا قائل مجنون محض یا بے حیا متجاہل کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا، بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقتِ معین میں کرنا شروع کرے تو ہمیشہ اس وقت میں وہ کام کرلیا کرے، ناغہ نہ کرے اور شیونِ ورود کا بھی یہی تقاضا ہے۔ "وَذَا اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يُّظْهَرَ" اور یہ اس سے ظاہر ہے کہ اسے ظاہر کرنے کی حاجت ہو"---

تو ماہِ نیم ماہ ومہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ جو شخص ان نیک کاموں یعنی صدقات مقررہ معینہ، گیارہویں، بیسویں، چالیسویں کو شروع کرے تو ہمیشہ ان اوقات خاصہ میں اس کا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کو بہت پیارا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ صدقات مذکورہ مستحب و مستحسن ضرور ہیں اور جو شخص ان کو حرام یا مکروہ بتلائے تو اس پر لازم ہے کہ کوئی ایک آیت یا صحیح حدیث ایسی پیش کرے، جس سے ان نیک ناموں کی حرمت ثابت ہوسکے، تو پھر بڑے شوق سے منع کرے کہ منع بھی حکم شرعی ہی ہوتا ہے، جیسے کہ صدہا آیات واحادیث سے ثابت ہے بلکہ خود مانعین زمانہ کا امامِ مسلّم اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ "منصبِ امامت" کے صفحہ ۶۴ میں لکھتا ہے:

"در فعلے از افعال وقولے از اقوال ہزار منافع ومضار مدرک شود وبصد وجہ حسن یا قبح عقلاً در و ثابت شود اما تا وقتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت نداشتہ باشد وجوب یا حرمت آں قول وفعل شرعاً ثابت نمی تواں شد"---

ہاں ہاں! ؏ مدعی! لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری

تو ثابت ہوا کہ بلا دلیل شرعی منع کرنا سخت جہالت اور کور باطنی ہے اور چوں کہ یہ صدقات نافلہ ہیں تو حضرت سیدنا صدیق اکبر وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا نہ کرنا ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتا کہ عبادات نفلیہ اختیاریہ ہوتی ہیں، دیکھو نمازِ ضحیٰ جو مستحب ومسنون ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر وابوبکر رضی اللہ عنہما نہیں پڑھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ ۱۵۷ میں ہے:

قلت فعمر قال لا قلت فابوبکر قال لا---

''میں پوچھا تو (کیا) حضرت عمر (پڑھتے تھے)؟ کہا نہیں، میں نے کہا تو حضرت ابوبکر؟ کہا (وہ بھی) نہیں''---

تو کیا اس سے نمازِ ضحیٰ ناجائز ہو جائے گی؟ پھر (استفتاء میں مذکور) سائل کا کہنا ''نہیں دلائی تھی'' اس کی کیا دلیل ہے؟ عدمِ ورود، دلیلِ عدم نہیں۔ کما صرح بہ الامام الفخر الرازی و غیرہ فی اسفارھم، جیسا کہ امام فخر الدین رازی وغیرہ نے اپنی کتب میں اس کی صراحت فرمائی ہے---

اور قرآن کریم کی تلاوت کا حکم مطلق ہے اور صحابہ کرام عموماً یاد ہی پڑھا کرتے تھے اور کچھ نسخے قلمی بھی تھے، مگر اب چھپے ہوئے قرآن کریم شائع ہیں، کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان چھپے ہوئے نسخوں پر پڑھنا منع ہے، صحابہ کرام نے چھپے ہوئے قرآن کریم پر تلاوت نہیں کی، ایسے ہی قرآن کریم کا ترجمہ سطروں کے درمیان لکھنا اور چھاپنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں، تو پڑھنا بھی ثابت نہ ہوا، مگر اب لکھتے ہیں، چھاپتے ہیں اور پڑھتے ہیں، کوئی حرام نہیں کہتا، مطلق وعظ و نصیحت کا حکم ہے، مگر لاؤڈ سپیکر پر وعظ و نصیحت کرنا، صحابہ کرام سے ثابت نہیں حالانکہ اسے کوئی حرام نہیں کہتا، صحابہ کرام سے موٹر، لاری، گاڑی، ہوائی جہاز پر سفرِ حج کرنا ثابت نہیں مگر حرام بھی نہیں۔

اس قسم کی سیکڑوں مثالیں ہیں، اصل بات وہی ہے کہ حکم مطلق سب صورتوں کو شامل ہوتا ہے اور جب تک کسی خاص صورت کو شرع حرام نہ کرے، حرام نہیں ہو سکتی اور اسی بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ میلاد شریف میں سلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ کم از کم مستحب و مستحسن ضرور ہے کہ حضرت رب العالمین جل وعلا نے ہمیں قرآن کریم میں اپنے محبوب انور ﷺ پر سلام بھیجنے کا حکم مطلقاً دیا ہے کہ فرمایا:

وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا---[سورۃ الاحزاب:۵۶]

''اور خوب سلام بھیجو''---

تو میلاد شریف میں سلام پڑھنا بھی اس سے ثابت ہو گیا۔

باقی سائل کا یہ کہنا کہ ''حضور ﷺ نے تو اپنی تعظیم کے لیے منع فرمایا ہے'' یہ محض بہتان ہے، کسی آیت یا کسی حدیث سے کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور پُر نور سید عالم ﷺ نے اپنی تعظیم کے لیے عام سلام یا میلاد پاک میں سلام سے منع فرمایا ہو۔ حضور تو حضور، حضور کے غلاموں کے غلام،

ماں، باپ، استاذ، عالم، پیر، معمر مسلمان بلکہ شعائر اللہ کی تعظیم قرآن کریم وحدیث شریف سے بہ اَبین وجوہ ثابت وہویدا ہے، اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جو وجودِ عقل ودانش سے ہی بیگانہ ہو یا معاندانہ چال چلے۔

رہا کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، تو اس میں آخر کون سا حرج ہے، عموماً مسلمان خواص وعوام آپس میں کھڑے کھڑے ایک دوسرے کو سلام کہا کرتے ہیں اور یہ لوگ خود بھی کہتے رہتے ہیں، کیا جب آتے انہیں کوئی راستہ میں ملے تو بیٹھ کر سلام کہا کرتے ہیں؟---

حضور پُرنور سید دوعالم ﷺ کی تعظیم سے بلا وجہ روکنا ان لوگوں کا دستور ہو گیا ہے، کیا حضرت سیدۃ طاہرہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا کا ہمیشہ قیام تعظیمی، ترمذی، جلد۲، صفحہ ۲۲۳ میں ثابت نہیں؟ اس کے کلمات یہ ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا.......... الخ ---

’’نبی کریم ﷺ جب بھی ان کے ہاں تشریف لاتے، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں.......... الخ‘‘ ---

کیا صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۵۹۱ وغیرہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام تعظیمی کا حکم قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ ...... الحدیث ’’تم اپنے سردار (کی آمد پہ ان) کی طرف کھڑے ہو جاؤ......الحدیث‘‘ نہیں ہے؟

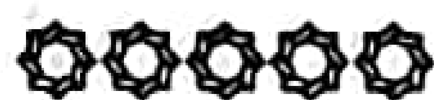
رہا کافرانہ قیام سے منع فرمانا تو وہ مُسلمانہ مُسلّمانہ قیام کو حرام نہیں بناتا:

وَذَا اَجْلٰى مِنْ اَنْ يُّجْلٰى ---- اور یہ خود ہی ظاہر وروشن ہے، اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ---

و اللّٰہ تعالی اعلم و صلی اللّٰہ تعالی علی حبیبه و اٰله و اصحابه و بارک و سلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلهٗ

۸ر جمادی الاولیٰ ۷۵ھ



مجالس میلاد

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مجالس عید میلاد النبی ﷺ اور جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام صدیوں سے ہوتا چلا آیا ہے--- آپ ماضی کی طرف پیچھے چلیں، پیچھے چلیں اور پیچھے چلیں--- ایک صدی پیچھے چلیں، دو صدی پیچھے چلیں اور تمام نو پیدا فرقوں اور جماعتوں کو بھی پیچھے چھوڑتے جائیں[۱] تو آپ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوں گے کہ دور جدید میں ہر نو پیدا فرقے اور جماعت کے اجداد کا تعلق اسی ایک جماعت سے تھا، جس کو اصطلاح شریعت اور اصطلاح عوام میں ''سواد اعظم اہل سنت و جماعت'' کہا جاتا ہے اور جس کا نشانِ امتیاز صدیوں سے ''محفل میلاد'' رہا ہے--- لیکن عقل یہ سوال کرتی ہے کہ قرآن وحدیث کی واضح ہدایت اور تسلسل وتواتر کے باوجود پھر اختلافات نے شدت کیوں اختیار کی اور مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں کیوں بٹ گئے؟--- تو ان اختلافات کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں راقم کے نزدیک ایک اہم سبب سیاسی بھی ہے--- جو قابل توجہ ہے---

دو ڈھائی سو سال پہلے دنیا کے تین براعظموں پر پھیلے ہوئے ''سواد اعظم'' کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے برطانوی محکمہ جاسوسی نے ایک پروگرام بنایا اور آنے والی صدیوں میں تسلسل وتندہی کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا--- اس پروگرام کے مختلف اہداف تھے--- ان اہداف میں حضور انور ﷺ کی ذات اقدس اور صلحائے امت کی ذوات عالیہ سرفہرست نظر آتی ہیں، کیوں کہ ان حضرات عالیہ سے وابستگی دین کا صحیح شعور اور اسلام کی سچی محبت پیدا کرتی ہے اور مسلمانوں کو اس حد تک دیوانہ بنا دیتی ہے کہ وہ اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے--- یہی دیوانگی دشمنان اسلام کے لیے صدیوں سے دردِ سر بنی رہی--- اس کا علاج انہوں نے یہ سوچا کہ اندرونی اور بیرونی سازشوں کے ذریعہ حضور انور ﷺ اور صلحائے امت کی محبت مسلمانوں سے چھین کر ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کر دیا جائے---

اٹھارویں صدی کے ایک برطانوی جاسوس ہمفرے کی خفیہ یادداشتوں سے دشمنان اسلام کے پوشیدہ عزائم کا پتہ چلتا ہے---ان یادداشتوں میں پہلے قوت کے ان سرچشموں کی نشان دہی کی گئی ہے، جہاں سے مسلمان قوت حاصل کرتے ہیں---قوت کے ان سرچشموں میں مندرجہ ذیل کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے:

❶ پیغمبر (اکرم ﷺ) اہل بیت، علماء اور صلحاء کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان کے مقامات کو ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا---[۲]

❷ سادات کا احترام اور رسول اکرم ﷺ کا اس طرح تذکرہ کرنا، گویا وہ ابھی زندہ ہیں اور درود وسلام کے مستحق ہیں---[۳]

قوت کے مختلف سرچشموں کی نشان دہی کے بعد ان یادداشتوں میں برطانوی محکمہ جاسوسی کی طرف سے مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے، ان کو پارہ پارہ کرنے کے لیے بہت سی ہدایات دی ہیں، جن کی ایک طویل فہرست ہے---ان ہدایات میں مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں:

① ضروری ہے کہ دلائل سے ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور اختلاف شرع ہے---آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے---

② دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں، تاکہ پیغمبر خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور علماء کا احترام چھوڑ دیں---[۴]

③ پیغمبر اسلام ﷺ، ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک وبدعت پرستی کے آداب ورسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ ومدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی---[۵]

ماضی کی تاریخ آپ کے سامنے ہے، آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دشمن کے ان پوشیدہ عزائم کو کس کس نے پورا کیا اور بعض حضرات اب بھی پورا کرنے میں لگے ہیں---شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر، یہ اللہ بہتر جانتا ہے---شاید ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس عظیم بین الاقوامی سازش کا شکار ہیں---ماضی میں یہ سازشیں چھپی چھپی سی تھیں مگر اب گردش زمانہ نے نقاب الٹ دیا ہے---ضرورت ہے کہ ہم ہوش مندی اور تدبر سے کام لیں---اپنی بکھری ہوئی قوت کو یک جا کریں---اس کا آسان طریقہ یہی ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ دو صدیوں میں پیدا ہونے والے فرقوں سے دامن کش ہو کر سلف صالحین کی اس راہ کو اپنائیں، جس نے ہمیں مہ و پروین کا امیر بنایا تھا---ہمیں اپنے اسلاف کرام سے رشتہ جوڑنا چاہیے، دشمنان اسلام نے یہ رشتہ توڑا ہے اور ہم کو کہیں کا نہ رکھا---

شکر ہے کہ اب عالم اسلام میں ایک نئی لہر آئی ہے، اب عشق مصطفیٰ کی بات ہو رہی ہے [٦]، ہاں عشق مصطفیٰ کی بات ہونی چاہیے--- اس عشق کی جو این و آں سے بے نیاز کر کے آفاقی بنا دیتا ہے---

جو پستیوں سے نکال کر ہمدوش ثریا کر دیتا ہے--- جو مور بے مایہ کو سلیمان بنا دیتا ہے---

ہاں اسوۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دل و جان سے اپنایئے، ان کی ایک ایک ادا کو دل سے لگایئے--- ہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کا چرچا کیجیے، محفل میلاد سجایئے، جشن میلاد منایئے--- کہ آسماں سے زمین تک ان کا چرچا ہے، درود و سلام کے گجرے آرہے ہیں، جارہے ہیں--- ذکر بلند ہو رہا ہے--- ہاں، ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بلندیوں کا امین ہے--- ان کی حیات مبارکہ کی ایک ایک آن رفعتوں کی پاس دار ہے--- وہ اس مقام محمود پر فائز ہوئے جہاں حمد کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے، جہاں نعمت کی بارش ہو رہی ہے--- ہاں:

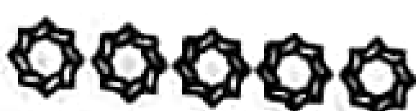
علیك صلوة اللّٰه یا داعی الهدیٰ — علیك سلام اللّٰه یا خیر معتصم
علیك صلوة اللّٰه یا دار حکمة — علیك سلام اللّٰه یا جامع الکلم
علیك صلوة اللّٰه یا آیة الرضا — علیك سلام اللّٰه یا مفخر النسم
علیك صلوة اللّٰه یا صاحب اللواء — علیك سلام اللّٰه یا معدن الحکم
علیك صلوة اللّٰه یا ملجاء الوریٰ — علیك سلام اللّٰه یا زین زمزم
ایا نسیم صبا ان زرات روضته — سلّم علی المصطفیٰ صاحب النعم
و قف عند مضجعه فی مواجهته — و بلغ صلوٰتی و تسلیمی علی روح اکرم [٧]

حواشی

١.....قرآن حکیم، سورۃ الانعام: ١٥٩
٢.....ہمفرے کے اعترافات، مطبوعہ لاہور، صفحہ ٩٨
٣.....مرجع سابق ٤.....مرجع سابق، صفحہ ١٠٤-١٠٥ ٥.....مرجع سابق، صفحہ ١٣٠
٦.....(ا) ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی، علموا اولاد کم محبة رسول اللّٰه، مطبوعہ جدہ، ١٩٨٨ء
.....(ب) ابوالحسن ندوی، نقوش، (رسول نمبر)، مطبوعہ لاہور، ١٩٨٢ء، جلد ا، صفحہ ٣٣

مستیٔ عشق مصطفیٰ ، قریہ بہ قریہ ، کو بہ کو
بادۂ فیض جام جام ، کیف عطا سبو سبو [علیم ناصری]

٧.....مخدوم محمد ہاشم سندھی تتوی (١١٧٤ھ) بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ (مقدمہ)، مطبوعہ حیدر آباد سندھ، ١٩٦٦ء، صفحہ ٨٨



میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

تورے دیکھن کو ترسے جیَرا ، یا عبد القادر جیلانی
کاہو بد موہے سپنے میں درس دکھا ، یا عبد القادر جیلانی

ہے اوگھٹ گھاٹ موری نیّا ، یا عبد القادر جیلانی
کرپا سے اپنی پار لگا ، یا عبد القادر جیلانی

اے مظہرِ کل، فانی فی اللہ ، اے فیضِ اتم ، باقی باللہ
یہ شان جری اللہ اللہ! ، یا عبد القادر جیلانی

وہ مد بھری صورت، رس بھری انکھیاں، بہرِ نبی، اے حق کے ولی
کبھو سپنے میں ، موہے درس دکھا ، یا عبد القادر جیلانی

صورت علوی، سیرت نبوی، اللّٰہ جَمِیْلٌ کے مظہر
ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ چہرہ ترا، یا عبدالقادر جیلانی

تن من دھن سب کچھ وارت ہوں اب سارو سہاگ اُتارت ہوں
شَیْئًا لِلّٰہ کی جپوں مالا، یا عبدالقادر جیلانی

درشن کو تورے، نیناں ترست ہیں لاج کی ماری کا سے کہوں
میں برہا کی ماری یہ بپتا ، یا عبد القادر جیلانی

اے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ کے مظہر، ہو شاہِ رسل کے نورِ نظر
اے نور آنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہ، یا عبدالقادر جیلانی

رس کھاوت ہوں، من ہی من میں، کیا مکھ لے جاؤں سیکھن میں
پت راکھ لے موری مہاراجا ، یا عبد القادر جیلانی

نیناں ترست ہیں درشن کو ، مورے دُکھ کی کتھا پتیم سن لو
اَب دور کرو موری بپتا ، یا عبد القادر جیلانی

تم مظہرِ شاہِ رسالت ہو ، تم معدنِ جود و سخاوت ہو
کیوں کر نہ کہوں شَیْئًا لِلّٰہ، یا عبدالقادر جیلانی

تورے چرنن سیس نواوت ہوں اور نینن نیر بہاوت ہوں
سُن ارج رَجَا کی اَن داتا ، یا عبد القادر جیلانی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی قسط

مبارک ہو

افادات: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ
تحقیق وترتیب وترجمہ: علامہ نصیر الدین نصیر

الحمد لله و سلام علٰی عباده الذین اصطفی و بعد فقد طال السوال عن ما اعتاده الناس من التهنئة بالعید و العام و الشهر والولایات و نحو ذلک هل له أصل فی السنة ؟فجمعت هذا الجزء فی ذلک و سمیته "وصول الامانی بأصول التهانی"-----

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر امابعد:
مجھ سے بہت مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ عید کے موقع پر لوگوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا جو معمول بنا رکھا ہے، اسی طرح نیا سال، نیا مہینہ شروع ہونے پر کسی منصب کے ملنے پر اور اس کے علاوہ دوسرے خوشی کے مواقع پر باہم ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا رواج ہے، آیا شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل ہے؟ (یا کہ یہ لوگوں میں محض دنیوی رسم ہے؟) تو میں نے اسی سوال کے متعلق کچھ دلائل اس جزء میں جمع کیے ہیں اور اس مجموعہ کا نام میں نے رکھا ہے:

"وصولُ الإمانی بِاُصُوْلِ التَّھانی"-----

باہم دیں مبارک بادیں
تا بر آئیں نیک مرادیں

دینی اعزاز پر تہنیت اور مبارک باد دینا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُنْزِلَتْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ مَرْجِعَهٗ مِنَ الْحُدَیْبِیَّةِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَیَّ آیَةٌ أَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عَلَی الْأَرْضِ ثُمَّ قَرَأَهَا النَّبِیُّ ﷺ فَقَالُوْا "هَنِیْئًا مَّرِیْئًا" یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! لَقَدْ بَیَّنَ لَکَ اللّٰهُ مَا ذَا یَفْعَلُ بِکَ فَمَا ذَا یَفْعَلُ بِنَا فَنَزَلَتْ عَلَیْهِ ﴿لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ حَتّٰی بَلَغَ (فَوْزًا عَظِیْمًا)﴾ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ----[جامع ترمذی، جلد۲، صفحہ ۴۶۹/صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۱۶/۷/صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۱۰۶، تینوں کتب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ]

''حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پر حدیبیہ سے واپس تشریف لاتے وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ﴾ نبی ﷺ نے فرمایا، مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے پڑھا، صحابہ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کو مبارک ہو'' اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، آپ نے یہ آیت فوزا عظیما تک تلاوت فرمائی، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[۱]

علم حاصل ہونے پر، امتحان میں کامیابی پر مبارک باد دینا اور حوصلہ افزائی کا انعام

حضرت امام مسلم ؒ روایت کرتے ہیں:

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِیْ اَیُّ آیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ مَعَکَ أَعْظَمُ؟ قَالَ قُلْتُ ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَ قَالَ لِیُهْنِئْکَ الْعِلْمُ

أَبَا الْمُنْذِرِ-----[کتاب فضائل القرآن]

''حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا، ﴿اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا، اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو (یعنی شاباش تم پاس ہو گئے)-----[۲]

نعمت ملنے پر رشتہ داروں کا مبارک باد دینے آنا

حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں:

عَنْ أُسَامَةَ قَالَ تَبِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِلَی بَیْتِ حَمْزَةَ فَلَمْ نَجِدْهُ فَقَالَتْ اِمْرَأَتُهُ "جِئْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ أَنَا أُرِیْدُ أَنْ آتِیَکَ وَ أُهَنِّئَکَ أَخْبَرَنِیْ أَبُوْعَمَارَةَ (یَعْنِیْ حَمْزَةَ) أَنَّکَ أُعْطِیْتَ نَهْرًا فِی الْجَنَّةِ یُدْعٰی الْکَوْثَرَ"-----

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اپنے (عم محترم) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے، آپ کی اہلیہ محترمہ آپ ﷺ سے کہنے لگیں یا رسول اللہ! آپ تشریف لے آئے، میں نے آپ کے ہاں جانے کا ارادہ کیا تھا اور میں نے آپ کو مبارک باد دینے آپ کے گھر آنا تھا کہ ابوعمارہ (حضرت حمزہ) نے مجھے خوش خبری سنائی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک نہر عطا فرمائی ہے، جس کا نام کوثر ہے''-----

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینا

مسند امام احمد میں روایت ہے کہ حضرت براء ابن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ هَنِیْئًا لَّکَ یَا عَلِیُّ أَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ-----

''جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولی ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے علی! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مسلمان مرد اور عورت کے مولیٰ ہوئے'' -----[۳]

حضرت امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم غدیر خم پر اترے، ہمارے درمیان نداء کی گئی کہ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ ولی ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَّالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ-----

''اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں، اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے'' -----

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا:

ھَنِیْئًا لَّکَ یَا بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَ اَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃٍ-----[مسند امام احمد بن حنبل، جلد۵، صفحہ۲۰، بیروت]

''اے ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو، آپ ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمن عورت کے صبح ہو کہ شام، مولیٰ ہیں'' -----[۴]

ابن عساکر روایت کرتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا عَبْدَ اللّٰہِ ھَنِیْئًا لَّکَ مَرِیْئًا خُلِقْتَ مِنْ طِیْنَتِیْ وَاَبُوْکَ یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ فِی السَّمَاءِ-----

''اے عبد اللہ! آپ کے لیے مبارک ہے اور خوش گوار رہو............ اور آپ کے والد فرشتوں کے ساتھ پرواز پر ہیں'' -----[۵]

کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کا بیان

امام بخاری و مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں، حضرت کعب بن مالک ﷛ نے اپنی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

فَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنَنِي بِالتَّوْبَةِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِي لِتَهْنِئْكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَ هَنَّأَنِي وَ اللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ، قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَ هُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ "أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُذْ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ----[صحیح مسلم، جلد۲، کتاب التوبۃ]

''پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا، ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو ''مبارک باد دینے'' کے لیے آرہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے اردگرد صحابہ ﷢ بیٹھے تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور ''مبارک باد'' دی، اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا، حضرت کعب حضرت طلحہ کو نہیں بھولتے تھے، حضرت کعب نے کہا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو خوشی سے آپ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے، مبارک ہو، جب تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے، اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا''----[۷]

بیماری سے صحت یاب ہونے پر مبارک باد دینے کا جواز

عبد اللہ بن احمد ''زوائد الزہد'' میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسلم بن یسار ﷛ بیان کرتے ہیں:

كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لِلرَّجُلِ إِذَا بَرَءَ مِنْ مَّرَضِهٖ، لِيَهْنِئْكَ الطُّهْرُ----

''جب کوئی شخص بیماری سے صحت یاب ہوتا تو صحابہ کرام ﷢ کا معمول تھا کہ وہ

کہتے تھے ''تجھے مبارک ہو'' پاک ہو کر اٹھنے کی'' -----[۹]

حج کی ادائیگی سے فراغت پر ''مبارک باد''

حضرت بزار ﷺ سے روایت ہے، حضرت عدوہ بن مضرﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں منی میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفْرَخَ رَوْعُکَ یَاعُرْوَۃُ-----

''اے عروہ! تجھے مژدۂ جاں فزا ہو'' -----

یہ سن کر غم غلط ہو گئے، روح کو تسکین ہوئی، یعنی تجھے اس طرح خوش ہونا چاہیے جس طرح فروخ (چوزہ) انڈے کے خول سے نکل کر شاداں و فرحاں ہوتا ہے۔[۱۰]

امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتاب الأم میں محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ:

حَجَّ آدَمُ علیہ السلام فَتَلَقَّتْهُ الْمَلَائِكَةُ فَقَالُوْا بَرَّ نُسُكُكَ-----

حضرت آدم علیہ السلام جب حج کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو فرشتے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں مبارک باد دیتے ہوئے عرض کی، اے آدم! تمہیں حج کی مبارک باد ہو اور تمہارا حج اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے۔[۱۱]

حج سے واپسی پر مبارک باد دینا

ابن سنی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں حج کرنے کے لیے جا رہا ہوں، تو آپ ﷺ اس لڑکے کے ساتھ پا پیادہ چلتے ہوئے الوداع کرنے تشریف لے گئے اور پھر آپ ﷺ نے اسے دعا دیتے ہوئے یہ الوداعی کلمات ارشاد فرمائے:

یَا غُلَامُ! زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَ وَجَّھَکَ الْخَیْرَ وَ کَفَاکَ الْھَمَّ-----

''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تقویٰ (خدا خوفی) کو تیرے لیے زادِ راہ بنائے اور خیر و بھلائی کو تیری طرف متوجہ فرمائے'' -----

جب وہ لڑکا حج کر کے لوٹا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

یَا غُلَامُ قَبِلَ اللّٰہُ حَجَّکَ وَ غَفَرَ ذَنْبَکَ وَ اُخْلِفَکَ نَفَقَتَکَ-----

''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ نے تیرا حج قبول فرما لیا اور تیرے گناہ بخش دیے اور تیرے پیچھے تیرے اخراجات کو اس نے اپنی عطا سے پورا فرمایا''-----[۱۲]

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب کوئی شخص حج کر کے لوٹتا تھا تو آپ ﷺ اسے یہ کلمات ارشاد فرماتے تھے:

تَقَبَّلَ اللّٰہُ نُسُکَکَ وَ اَعْظَمَ اَجْرَکَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَکَ-----

''اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے اور تجھے عظیم اجر عطا فرمائے اور تیرے پیچھے تیرے اخرجات کو پورا فرمائے''-----

میدان جہاد سے واپس آنے پر مبارک دینے کا بیان

حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا اور انہیں مبارک باد دی، یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ابن سنی نے روایت کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، جب واپس گھر تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَصَرَکَ وَ اَعَزَّکَ وَ اَکْرَمَکَ-----

''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے آپ کو فتح دی اور عزت و کرامات سے نوازا ہے''-----

ابن سعد نے روایت کی ہے، ابو احمد عبداللہ بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے واپس تشریف لائے تو حضرت اسید ابن ظفیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْفَرَکَ وَ اَقَرَّ عَیْنَکَ-----

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

''تمام تعریف اللہ عزوجل کے لیے ہے جس نے آپ کو فتح دی اور آپ کی آنکھوں کو قرار بخشا ہے''-----

[جاری ہے]

حوالہ جات

۱...... جامع ترمذی، جلد۲، صفحہ۱۵۹، ابواب التفسیر سورۃ الفتح، رقم الحدیث۳۲۶۳، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان

۳...... ترمذی، جلد۴، صفحہ۱۷۴، کتاب المناقب، باب مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان

۴...... مسند امام احمد بن حنبل، جلد۴، صفحہ۲۸۱، مطبوعہ دار صادر، بیروت

۵...... کنز العمال، جلد۱۱، صفحہ۳۳۷، رقم الحدیث ۳۳۵۹۳، مطبوعہ موسستہ الرسالۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۶...... صحیح مسلم، صفحہ۳۶۹، رقم الحدیث ۱۷۶۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۷...... صحیح مسلم، صفحہ۱۳۶۰، رقم الکتاب ۳۸۱۴۹، رقم الحدیث ۴۹۱۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

۱۰...... مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب التہنیۃ بتمام الحج، جلد۳، صفحہ۲۶۴، دار الکتاب العربی، بیروت

۱۱...... الجامع الکبیر المخطوط، الجزء الثانی، صفحہ۶۸۵، مطبوعہ الہیۃ المصریہ

۱۲...... مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب مایقال للحاج عند الوداع والرجوع، جلد۳، صفحہ۲۱۱، مطبوعہ ایضاً

روداد

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس

حافظ نذیر احمد سیفی اشرفی

23 مئی کا دن تھا، جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کی آمد آمد تھی، جوں جوں لمحات قریب آ رہے تھے، توں توں جذبات میں جولانی آ رہی تھی، عشق مصطفیٰ ﷺ کی چنگاری جوالا مکھی بنتی جا رہی تھی، ادھر موسم بھی کافی گرم تھا، خورشید اپنی تمام تر تمازتوں کے ساتھ شعلہ فشانی میں مصروف تھا لیکن اس کے باوجود بھی کارکنان میلاد کانفرنس نے اپنا سفر خراماں خراماں اپنی منزل مقصود کی جانب جاری رکھا۔ اچانک مدبرات الامر کے قلم نے جنبش کی اور فضا تیز ہوا اور گرد و غبار سے بھر گئی، گویا کہ یوں اعلان کر رہی تھی:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف، چرخ کہن کانپ رہا ہے

اور واقعی ایک ایسے شیر کی آمد تھی جس سے باطل کے ایوانوں میں زلزلے آ جاتے ہیں۔ جوں جوں لمحات قریب آتے گئے، آندھی اور طوفان میں بھی تیزی آتی گئی، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کانفرنس کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا، مغرب کی نماز کے بعد مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ بے کس پناہ میں استغاثہ بزبان اعلیٰ حضرت پیش کیا گیا:

البحر علا و الموج طغیٰ من بے کس و طوفان ہوش ربا
منجدھا میں ہوں، بگڑی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا

یہ مناجات فضاؤں کو چیرتی ہوئی مکین گنبد اخضر کی بارگاہ میں پہنچی اور اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا اور یوں لگا جیسے آپ ﷺ نے مدبر امر کو حکم فرمایا کہ میرا لاڈلا آ رہا ہے، طوفان کو حکم دو کہ تھم جائے۔

بصیر پور بجلی نہ ہونے کی وجہ سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسی دوران حامی اہل سنت، ناصر ملت، محافظ مسلک حق اہل سنت و جماعت، عالمی مبلغ اسلام، شہزادۂ حضور محدث اعظم ہند، سید السادات حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت، بدر اشرفیت، غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں الجیلانی الاشرفی ادام اللہ فیوضاتہ کی آمد ہوئی۔ جوں ہی آپ باب فقیہ اعظم کے اندر داخل ہوئے فضا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور حامی امت ناصر ملت، غازی ملت غازی ملت، شہزادۂ غوث الوریٰ، مرحبا مرحبا کے پرزور نعروں سے گونجنے لگی۔ طلبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف، دیگر معززین شہر اور مہمانان گرامی نے آپ پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ آپ سب سے پہلے حجۃ الاسلام والمسلمین، نائب امام ابو حنیفہ، مظہر حضور سیدنا غوث اعظم، حضرت ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ العزیز کے مزار پرانوار پر ہدیۂ عقیدت پیش کرنے حاضر ہوئے اور فاتحہ خوانی کی۔

عشاء کی نماز کے بعد ہر چہار اطراف سے لوگ آنا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا وسیع و عریض صحن کھچا کھچ بھر گیا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ کانفرنس میں عوام کے علاوہ سیکڑوں علمائے کرام، مشائخ عظام اور فضلائے دارالعلوم نے شرکت کی، جن میں خطیب پاکستان علامہ محمد عارف نوری، ادیب شہیر علامہ محمد منشا تابش قصوری، مناظر اسلام مولانا عبدالعزیز نوری، علامہ اللہ یار اشرفی، بہاول نگر، مولانا فضل الرحمٰن اوکاڑوی اور مولانا محمد فاروق، برطانیہ بور خاص قابل ذکر ہیں۔ اس دوران حضور جانشین فقیہ اعظم شیخ الحدیث مفتی پیر محمد محب اللہ النوری القادری دامت برکاتہم العالیہ نعروں کی گونج میں پنڈال میں تشریف لائے اور محفل کو رونق بخشی، آپ کے حکم پر فخر القراء قاری میس احد نعیمی (کراچی) نے اپنی مسحور کن آواز میں تلاوت قرآن کا آغاز کر کے سناٹا طاری کر دیا، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ قرآن مجید کا ہر ہر لفظ سامعین کے دلوں کو معطر کرتا ہوا نہاں خانۂ دل میں جذب ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کی تلاوت اور الفاظ پر مضبوط گرفت سے سامعین عش عش کر اٹھے۔ ازاں بعد انہوں نے سات زبانوں (اردو، انگریزی، پہاڑی، پشتو، سرائیکی، سندھی اور عربی) میں ہدیۂ عقیدت بدرگاہ خیر الانام ﷺ پیش کیا تو سامعین پر گویا وجد کی کیفیت طاری تھی۔

اس کے بعد مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے بارگاہ غوثیت مآب سیدنا غوث اعظم قدس سرہ النورانی میں ہدیہ منقبت پیش کیا، اس دوران معزز مہمان گرامی حضرت غازئ ملت نعروں کی گونج میں اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور پنڈال میں بیٹھے ہوئے عشاق کے بے قرار دلوں کو چین نصیب ہوا۔

اسٹیج سیکرٹری مولانا محمد انعام اللہ اشرفی نے آپ کے تعارف سے تنگی دامانی کے سبب استاذ العلماء علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ، راولپنڈی سے عرض کی کہ جن کی دعوت پر حضرت غازئ ملت پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ آپ اسٹیج پر آ کر ان کے تعارف کے لیے لب کشا ہوئے اور کہا:

مملکت سمنان کا فرماں روا ۱۰ سال عدل و انصاف کا ڈنکا بجاتے ہوئے بالآخر اپنی مملکت خدا داد سے دست بردار ہو گیا اور مخلوق خدا کو روحانی فیض بانٹنے کے لیے سمنان سے چل کر کچھوچھہ شریف (انڈیا) میں آباد ہوا اور اس صنم کدے میں اللہ اور اس کے رسول (جل وعلا و ﷺ) کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور لاکھوں بھٹکے ہوئے لوگوں کی جبین نیاز کو بتوں کے چرنوں سے اٹھا کر ایک خدا وحدہ لاشریک کی بارگاہ صمدیت میں جھکا دیا اور ان کی نسل پاک سے ایک مرد قلندر حضرت محدث اعظم ہند، دنیا میں جلوہ گر ہوا اور ہندوستان میں قال اللہ وقال الرسول کے روح افزا نغمات بلند کیے۔

جب قائد اعظم محمد علی جناح نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک الگ اسلامی مملکت کے قیام کا بیڑہ اٹھایا تو جمعیت علماء ہند نے مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی اور قائد اعظم کو کافر اعظم کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم پاکستان کی ''پ'' بھی نہیں بننے دیں گے۔ تو قلندر لاہوری علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کو کہنا پڑا:

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی ست

اس نازک موقع پر حضرت محدث اعظم ہند نے قائد اعظم کی پیٹھ تھاپی اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں ایک طوفانی دورہ فرمایا اور ۱۹۴۶ء میں بنارس کانفرنس منعقد کی، جس میں بیس ہزار علماء اور پندرہ ہزار مشائخ سے رابطہ ہوا۔ حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اس موقع پر فرمایا تھا:

''اگر بفرض محال قائد اعظم علیہ الرحمہ پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم علمائے اہل سنت و مشائخ پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے''۔

اس موقع پر علمائے اہل سنت کو ایک پلیٹ پر جمع کرنے کے لیے ایک جمعیت کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کا نام آپ نے ''جمعیت علمائے پاکستان'' اس وقت رکھا، جب پاکستان ابھی معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ سچ بات تو یہ ہے بقول بعض:

اولیاء کا ہے فیضان، پاکستان پاکستان

پھر شاہ صاحب نے حضرت غازی ملت کی پاکستان تشریف آوری اور مختلف مقامات پر تبلیغی دورہ جات اور وزارت خارجہ پاکستان کی مشکلات اور کوششوں کا تذکرہ کیا اور حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے روحانی تصرف کا ذکر کیا کہ جس کے سبب سے بصیرپور جیسے پس ماندہ علاقے میں حضرت غازی ملت جیسی عظیم ہستی کی آمد یقینی ہوئی۔

حضرت سید ضیاء الحق شاہ صاحب نے خطاب کے آغاز میں فرمایا:

بڑے عرصہ سے ایک خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت فقیہ اعظم حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ الاسلام و

المسلمین حضرت قبلہ محمد نور اللہ قادری اشرفی نور اللہ مرقدہ کا گلستان اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں، الحمدللہ آج یہ تمنا پوری ہوئی، آپ کی قبر انور کی زیارت بھی ہوئی اور اس عظیم الشان دارالعلوم کی زیارت بھی ہوئی۔ میں شکر گزار ہوں شیخ المشائخ، فقیہ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد محب اللہ نوری کا کہ جنہوں نے آج یہ موقع نصیب کیا ہے۔

اس کے بعد حضور جانشین فقیہ اعظم نے مختصر مگر جامع کلمات میں حضرت غازئ ملت کی بارگاہ میں ہدیۂ سپاس پیش کیا، ساتھ ہی حضرت شاہ صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کے توسط سے ہمیں شہزادۂ غوث الوریٰ کی زیارت اور ملاقات کا موقع ملا اور آپ نے سامعین و حاضرین محفل کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جو اس کانفرنس کی بھرپور کامیابی میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔

پھر حضرت جگر گوشۂ محدث اعظم ہند، غازئ ملت، حکیم الامت، پیر طریقت، رہبر شریعت، محمد ہاشمی میاں مدظلہ العالی نے اشرفیت کی دستار سجاتے اور ردائے طریقت پہنے اپنے مخصوص انداز میں خطاب شروع کیا۔ انہوں نے فرمایا:

حضرت فقیہ اعظم کا بہت بڑا دربار ہے، یہ بہت بڑی درس گاہ ہے، جہاں سے نکلے ہوئے لوگ شیخ الحدیث ہیں، شیخ التفسیر ہیں، محقق ہیں۔ حضرت ہاشمی میاں نے دوران خطاب متعدد مرتبہ حضرت فقیہ اعظم، دارالعلوم اور جانشین فقیہ اعظم کا احسن انداز میں تذکرہ کیا۔ موصوف نے علامہ سید محمد ضیاء الحق شاہ صاحب کے تعارفی کلمات کے دوران فقیہ اعظم اور بصیر پور کی مناسبت سے فی البدیہہ دو اشعار تحریر فرمائے اور اپنے نعتیہ کلام میں شامل کر کے ان کو پڑھا۔

تجھے رب نے کیا بنایا مکہ مدینہ والے — یہ کوئی سمجھ نہ پایا مکہ مدینہ والے
تیری ذات پاک والا، تو ہے ظل رب اعلیٰ — نہیں ظل کا کوئی سایہ، مکہ مدینہ والے
تیرے در کا معجزہ ہے کہ بصیر پور میں بھی — جو فقیہ میں نے پایا مکہ مدینہ والے
یہ تو فیض اشرفی ہے جو نعیمی بن گئے ہو — تیرے در سے جا ملایا مکہ مدینہ والے

یہ ہے فاطمہ کا صدقہ میں تیرے نسب کا حصہ
مجھے ہاشمی بنایا مکہ مدینہ والے

انہوں نے آیت مبارکہ قد جاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین کو موضوع سخن بنایا اور سامعین میں جو جہاں بھی تھا، دل تھام کر بیٹھ گیا۔ جو کھڑا تھا، انگشت بدنداں کھڑا رہ گیا، کسی کو کچھ ہوش نہ تھی، فضا پر ایک سناٹا چھا گیا، یوں لگا جیسے آپ نے تمام کے دلوں کو اپنی مٹھی کی گرفت میں لے لیا ہو۔ ظریفانہ مزاح سے سامعین کو محظوظ بھی کیا اور عالمانہ رنگ سے ان کے قلوب و اذہان کو منور بھی کیا۔ انہوں نے حضرت جبریل امین سید الملائکہ کو اہل سنت کا ہم عقیدہ بتا کر کہا کہ سدرہ پر حضرت جبریل امین نے حضور ﷺ کی

بارگاہ میں عرض کی کہ حضور! میں آپ جیسا نہیں ہوں۔ بے مثل ہونے کا عقیدہ اہل سنت کا بھی ہے۔ فرشتوں میں فرقہ بندی نہیں ہے، جو سردار کا عقیدہ ہے وہی سارے ماتحت فرشتوں کا بھی عقیدہ ہے اور جب کوئی پردیس میں جاتا ہے تو اگر کوئی ہم علاقہ اور ہم عقیدہ مل جائے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور حضرت عزرائیل کا دیس تو عالم ملکوت ہے، جب وہ پردیس (عالم دنیا) میں تشریف لاتے ہیں تو اہل سنت کو اپنا ہم عقیدہ پا کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ بندۂ مومن کی روح ایسے نکالتے ہیں جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے اور اس کی روح کو حضرت ملک الموت خوشی خوشی لے جاتے ہیں کہ ہم عقیدہ و ہم مسلک کی روح ہے اور مومن کھلے منہ قبر میں جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس جب اس پردیس میں بدعقیدہ دشمن رسول کی روح نکالنے آتے ہیں تو اس کو بدعقیدہ پا کر اس کی روح بڑی سختی سے نکالتے ہیں، اس کا جگر چیرتے ہیں کہ شدت الم کی وجہ سے زبان باہر نکل آتی ہے اور شکل بگڑ جاتی ہے کہ کسی کو دکھانے کے قابل نہیں رہتی، اسے دبایا دبئی میں، منہ دکھانے کے قابل نہ رہا راولپنڈی میں۔

کسی گستاخ کی ہے یہ میت، منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

آپ نے بہت الجھی ہوئی اور پیچیدہ عبارتوں کو اپنے مخصوص پیرائے میں بڑے سادہ انداز میں مثال کے ذریعے سمجھایا، مثلاً حضور سید عالم ﷺ اول نبی بھی ہیں، آخر نبی بھی ہیں کہ وجود نبوت کے لیے لبادۂ بشریت کی ضرورت نہیں، لیکن اعلان نبوت کے لیے لبادۂ بشریت ضروری ہے۔

آپ نے اس کو ایک آم کی گٹھلی کے ذریعے سمجھایا۔ حضور اول بھی ہیں، آخر بھی ہیں، چھپے ہیں تو باطن ہیں، کھلے ہیں تو ظاہر ہیں، **هو الاول و الآخر و الظاهر و الباطن۔**

حضور کب سے ہیں جب کچھ بھی نہیں تھا، جب زمان و مکان و جگہ نہیں تھے، چنین و چناں نہیں تھے، یہ جہاں نہیں تھے تو اللہ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو رکھا کہاں؟ کیوں کہ وہ تو زمان و زمانیات، مکان و مکانیات، جسم و جسمانیات سے پاک و منزہ ہے، تو اس نے نور محمدی کو اپنے قرب خاص میں رکھا۔

اور ہر نبی برحق دنیا میں جلوہ گر ہوا تو زمانے نے پوچھا کہ جس کی طرف دعوت دے رہے ہو، کیا اسے دیکھا بھی ہے؟ ہر ایک نے کہا نہیں، سنا ہے۔ پھر اس کو ایک مثال کے ذریعے آپ نے یوں سمجھایا کہ حضرت استاذ الاساتذہ جانشین فقیہ اعظم کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور کہا، حضرت! اعلان کر دیجیے رمضان کا چاند نظر آ گیا، آپ نے قلم اٹھایا اور اس آنے والے سے پوچھا کہ کیا تم نے خود دیکھا ہے، اس نے کہا نہیں، سنا ہے۔ آپ نے قلم رکھ دیا، آنے والے آتے رہے اور سننے کا دعویٰ کرتے رہے، حضرت کے خادم خاص نے کہا، اگر اجازت ہو تو دروازہ بند کر دوں، آپ نے کہا نہیں، دروازہ کھلا رہے، شاید دیکھنے والا آ جائے، بالآخر ایک آنے والا آیا، اس نے کہا، حضرت! میں نے چاند دیکھا ہے، آپ نے فوراً قلم اٹھایا اور کہا کہ شہادت شرعی کے مطابق رمضان کے چاند کے لیے ایک شاہد شرعی کی گواہی کافی ہے،

چاند ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے خادم سے کہا کہ اب دروازہ بند کر دو، اب سننے والے کا معاملہ نہیں، دیکھنے والے کا انتظار نہیں، ثبوت مکمل۔

بلا تشبیہ و بلا مثال حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی آتا رہا اور سننے کا دعویٰ کرتا رہا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف صفاتی تجلی کا نظارہ کیا تھا، ذاتی تجلی تو کسی نے نہ دیکھی، بالآخر تاجدار عرب و عجم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاران کی چوٹیوں سے اعلان کیا کہ میں نے اپنی سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھا ہے۔ پھر مشیت الٰہیہ نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر حضرت غازیٔ ملت نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا جا رہا تھا تو جبریل امین آئے اور عرض کی، ھل لک من حاجة ،تو آپ نے مدد لینے سے انکار کر دیا، حالانکہ وہ تو اپنا تھا، ان سے وحی لے لی، لیکن مدد نہ لی، تو اس یقین کی وجہ کیا تھی۔

آپ نے یہ سوچا کہ ابھی حضرت اسماعیل پیدا نہیں ہوئے اور وہ نور محمدی میرے اندر موجود ہے، آگ مجھے جلا نہیں سکتی۔ گویا آپ نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے اس شعر کی طرف اشارہ فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا تھا:

وردت نــــار الـــخـلـيـل مـكـتـمـــا
و انـــت فـــى صـلـبـــه كيف يـحـتـرق

علیٰ ہٰذا القیاس آپ نے مشکل سے مشکل مقامات کو سادہ اور عام فہم مثالوں کے ذریعے سامعین کو سمجھانے کی بھرپور کوشش فرمائی، یوں آپ نے تقریباً دو گھنٹے اپنے ملفوظات سے سامعین کو محظوظ فرمایا اور رات ڈیڑھ بجے آپ کا خطاب دل پذیر پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کے بعد کانفرنس درود و سلام کے نغموں سے اختتام کو پہنچی۔

اس کے بعد آپ نے لائبریری میں راقم الحروف سمیت بعض دیگر مخصوص افراد کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرما کر سلسلہ عالیہ اشرفیہ چشتیہ قادریہ میں شامل کیا۔ آپ نے فرمایا، میں کسی کو اپنا مرید نہیں بناتا بلکہ میں تو صرف کنکشن جوڑتا ہوں۔

حضرت جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کی بارگاہ میں تحائف و ہدایا پیش کیے اور رات اڑھائی بجے آپ بصیر پور سے روانہ ہوئے۔

سبحن ربک رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العلمین

